ایوان ترگینف

سحر ہونے تک

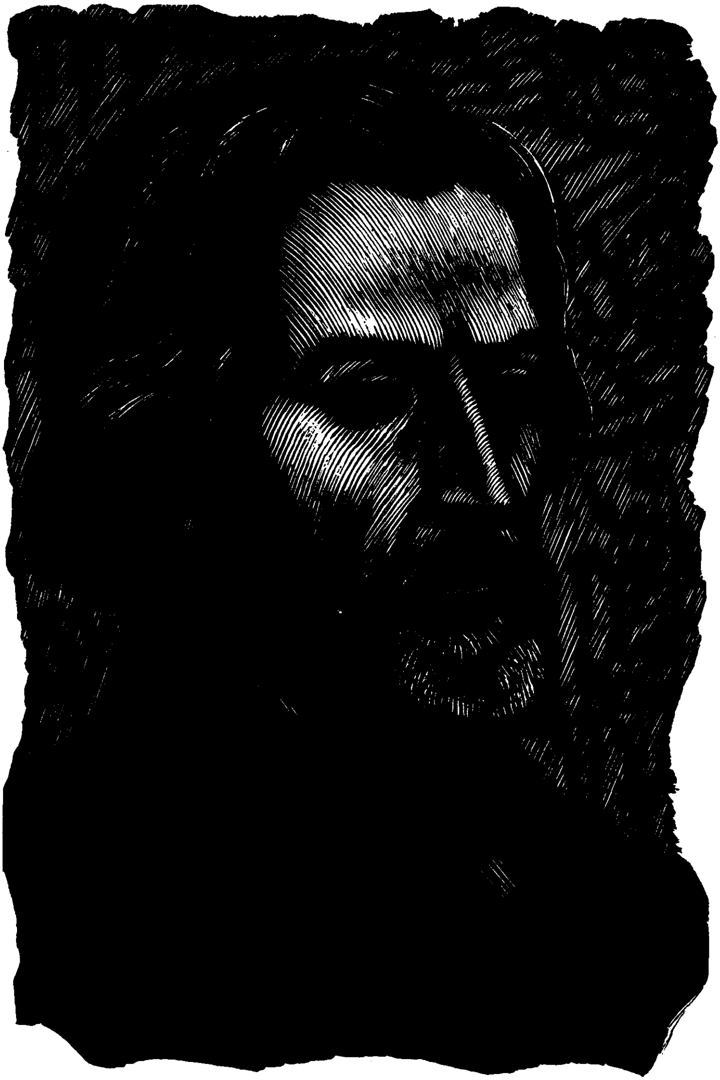

ایوان ترگنیف

سحر ہونے تک

دارالاشاعت ترقی

ماسکو

(۱)

وہ ۱۸۵۳ء کا ایک گرم دن تھا - دو نوجوان کونتسووہ کے قریب ماسکو ندی کے کنارے لائم کے سروقد درخت کی چھاؤں میں لیٹے تھے - ان میں سے ایک جوان بائیس تیئیس سال کا ہوگا - لمبا قد، سانولا رنگ، نوکیلی سی ناک اور بلند پیشانی، وہ سیدھا لیٹا ہوا اپنی چھوٹی چھوٹی بھوری آنکھوں کو ھلکا سا بھینچے ہوئے سوچ میں غرق دور فضا میں تک رھا تھا، اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر ھلکی سی مسکراھٹ کا گمان ہوتا تھا؛ دوسرا نوجوان پیٹ کے بل لیٹا تھا، وہ بھی دور فضا میں کچھ کھوج رھا تھا - اسکا بھورے بھورے گھونگھریالے بالوں بھرا سر ھاتھوں پر ٹکا ہوا تھا - اپنی بھیگی مسوں اور ٹھوڑی پر اگے ہوئے رواں رواں سے بالوں کی وجہ سے وہ اپنے دوست سے تین سال بڑا ہونے پر بھی بہت چھوٹا معلوم ہوتا تھا - اسکے تروتازہ گول چہرے کے چھوٹے چھوٹے نقوش، بھوری بھوری شہدا گیں نگاھوں، بھرے خوبصورت ہونٹوں اور سفید سفید ھاتھوں میں ایک عجیب بچپن بھری دلکشی، عجیب من موھنی نزاکت تھی - اس کی نس نس سے تندرستی، توانائی اور شباب کی دلکشی چھلکی پڑتی تھی - وہ ہر لمحے مگن رھتا، نازوں میں پلا ہوا یہ نوجوان اپنے آپ سے ہر طرح مطمئن تھا - اس کی بے نیاز نظریں ادھر ادھر دوڑتیں اور وہ مسکرانے لگتا، یا سر اٹھا کر دیکھتا ، اس کی حالت بالکل اس کم عمر بچے جیسی تھی جو جانتا ہو کہ لوگ شوق بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ھیں - وہ ایک ڈھیلا ڈھالا معمولی سا سفید کوٹ پہنے ہوئے تھا - اس کی پتلی نازک گردن کے گرد نیلا رومال بندھا ہوا تھا - اس کے قریب ھی زمین پر تنکوں کا بنا ہوا مسلا ہوا ھیٹ پڑا تھا -

اس کا دوست اس کے مقابلے میں بزرگ معلوم ہو رہا تھا، اس کے بے ڈول جسم کو دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے دوست کی طرح مگن نہ تھا۔ وہ عجیب بے ڈھنگے پن سے لیٹا تھا، اس کا بڑا سا نیچے کو جھکا ہوا سر بڑے ھی بے تکے پن سے اس کی لمبی گردن پر ٹکا ہوا تھا۔ اس کے بازو کچھ عجیب طرح ٹکے ہوئے تھے، تنگ سیاہ فراک، کوٹ میں کسی ہوئی کمر، سوکھی ماری ٹانگوں اور ابھرے ہوئے گھٹنوں کی وجہ سے بے تکاپن اور نمایاں ہوگیا تھا۔ اس کی ٹانگیں تو کسی طرح سے بھی ٹڈے کی پچھلی ٹانگوں سے کم نہ تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ بات صاف ظاہر تھی کہ یہ جوان کسی تربیت یافتہ گھرانے کا چشم و چراغ ھے۔ اس کے بے ڈول سراپا پر کسی بڑے گھرانے کی چھاپ تھی۔ اس کے سیدھے سادھے اور ایک حد تک مضحکہ خیز چہرے سے طبیعت کی نیکی اور غور و فکر کے آثار نمایاں تھے۔ اس کا نام اندرئی پیتروچ برسینیف تھا، اس کا دوست پاویل یاکوفلیویچ شوبین تھا۔

''میری طرح پیٹ کے بل کیوں نہیں لیٹتے دوست؟''، شوبین نے کہا۔ ''ایسے بہت اچھا لگتا ھے اور خاص طور سے جب پاؤں اٹھاکر ایڑیاں بجاؤ، ہاں دیکھو ایسے — تو بہت مزہ آتا ھے۔ ناک کے نیچے گھاس پھیلی ہوئی ہو اور آدمی فطرت کا نظارہ کرتے کرتے تھک جائے تو نظریں جھکا کر گھاس کے تنکوں پر کسی موٹے تازے بھونرے کا رقص دیکھنے لگے یا کسی مصروف کار مکھی کا نظارہ کرنے لگے۔ سچ کہتا ہوں یار تمہارے اس بناوٹی کلاسیکی انداز سے تو کہیں بہتر رھےگا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی بھلا کہ کسی بیلے کے رقاص کی طرح گتے کی پہاڑی سے ٹکے ہوئے خیالی پلاؤ پکا رھے ھیں۔ اب ذرا دل و دماغ کو آرام کرنے دو۔ تیسرا نمبر ھے آپ کا یونیورسٹی میں، یہ کوئی معمولی بات نہیں ھے دوست! اب آرام کرو ہر وقت کی فکر اور الجھن سے کیا حاصل۔ تمھیں سکون چاھئے سکون۔''

شوبین کی آواز میں بلا کی کاھلی تھی، اور کچھ کچھ مذاق کا رنگ جھلک رہا تھا۔ اس نے یہ تقریر دل پذیر کچھ اس طرح ناک میں کی جیسے کوئی لاڈلا بچہ کسی ایسے خاندانی دوست

نہیں ہے، تمام کائنات پر بکھری ہوئی ہے۔ اس کو گرفت میں لانا ممکن نہیں!"

"مگر یہ تو ماننا پڑیگا کہ اس کا اپنا ایک حسن ہے۔" برسینیف نے کہا۔ "ارے ہاں خوب یاد آیا، وہ نقشی کام ختم کرلیا تم نے؟"

"کونسا؟"

"ارے وہی جس میں بھیڑ اور بچّہ دکھایا گیا ہے۔"

"مارو گولی، مارو گولی! مارو گولی — ی — ی!" شوبین نے لہردار آواز میں جواب دیا۔ "میں نے سچے فن کو دیکھا، قدیم شہ‌پاروں کو جنھیں بزرگوں نے جنم دیا تھا اور اپنی حماقتوں کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ تم فطرت کی بات کرتے ہو، اور کہتے ہو "اس میں بھی حسن ہے"۔ حسن تو ہر چیز میں ہے۔ اور تمہاری ناک میں بھی حسن ہے۔ لیکن ہر حسین چیز کے پیچھے بھاگنا ممکن نہیں۔ قدیم فنکاروں کو حسن کے پیچھے دوڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حسن خود ان کے فن پاروں میں اتر آیا تھا۔ کیسے اور کیونکر، یہ صرف خدا کو معلوم ہے۔ کون جانے یہ سندرتا آکاش کی دین ہو۔ تمام کائنات ان کی مٹھی میں سمٹ آئی تھی لیکن ہم اس وسیع کائنات کو اپنے من میں نہیں سمو سکتے۔ ہماری نظر بہت تنگ ہے۔ ہم تو کسی ماہی‌گیر کی طرح بس ایک نکتے کو محور بناکر اسی کو تکتے رہتے ہیں۔ اگر کچھ ہاتھ لگ جائے تو خود کو خوش قسمتی تصور کرتے ہیں اور اگر کچھ بھی نہ ملے تو..."

شوبین نے زبان نکال دی۔

"ٹھیرو۔ سنو" برسینیف نے ٹوکا "یہ قول محال ہے۔ اگر آدمی حسن کو نہ سراہے، جہاں کہیں بھی حسن اسے نظر آجائے اسے دیکھ کر جھوم نہ اٹھے، تو اس کے فن میں بھی حسن کا پرتو نظر نہیں آئیگا۔ جب تک کوئی حسین منظر، کوئی دل موہ لینے والا راگ، دل کے تاروں کو نہ چھیڑے، میرا مطلب ہے جب تک آدمی اسے محسوس نہ کرے، اس میں کھوکر نہ رہ جائے..."

"اے احساس کی دم!" شوبین نے اس کی بات کاٹی اور خود ہی اپنی بات پر ہنس پڑا۔ برسینیف پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ "نہیں

ذرا وقت نہیں ہوگی۔ مگر پہنچ نہیں ہوتی وہاں تک... تھاہ ھی نہیں ملتی اس پوشیدہ خزانے کی۔ کبھی غور کیا ہے تم نے بات کیسے سنتی ہے وہ؟ چہرے کے اتار چڑھاؤ میں ذرا فرق نہیں پڑتا۔ صرف اس کی آنکھوں کی دیکھت ہے جو بدلتی رہتی ہے، اور اس دیکھت کے بدلنے سے پورا سراپا بدل جاتا ہے۔ اب ایک سنگتراش ایسے میں کرے تو کیا کرے، اور وہ بھی مجھ سا دکھیارا سنگتراش! بڑی انوکھی ہستی ہے۔ بڑی عجیب!،، اس نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔

''ہاں یار بڑی انوکھی لڑکی ہے،، برسینیف نے اتفاق کیا۔

''اور بیٹی کس کی ہے، نکولائی آرتیمئیروچ استاخوف کی! اس کے بعد نسل اور وراثت کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جو دیکھے، چھوٹتے ھی کہہ دے کہ اس کی بیٹی ہے۔ اس سے بھی بہت ملتی ہے اور اپنی ماں آننا واسیلیونا سے بھی۔ میرے دل میں آننا واسیلیونا کی بڑی عزت ہے، وہ میری محسن ھیں۔ مگر سچ کہتا ہوں نری مرغی ھیں۔ ایلینا کے جسم میں زندگی کی یہ لہر کہاں سے آئی؟ یہ شعلہ کس نے بھڑکایا؟ لیجئے ایک گتھی اور حاضر ہے فلسفی صاحب!،،

لیکن فلسفی نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ برسینیف میں اور کوئی خامی ہو تو ہو مگر وہ طول گفتاری کے عیب سے پاک تھا۔ اگر کبھی وہ کچھ بولتا بھی تو بہت بےتکےپن سے، بہت اٹک اٹک کر اور بلاوجہ ہاتھ چلاچلا کر۔ اور اس دفعہ تو اس کے دل و دماغ اور روح پر ایک عجیب خاموشی اور سکوت سا طاری ہوگیا تھا۔ کچھ ایک تھکےپن اور اداسی کی سی کیفیت۔ وہ ایک بہت کٹھن اور طویل کام ختم کرنے کے بعد حال ھی میں شہر سے آیا تھا۔ اس کام میں اس نے روزانہ کئی کئی گھنٹے سر کھپایا تھا۔

بیکاری، مسرت بخش آرام، تازہ ہوا مقصد میں کامیاب ہوجانے کا احساس، اپنے دوست سے ہلکی پھلکی طنزیہ گفتگو، اور پھر تصویر میں کسی محبوب پیکر کا اچانک ابھر آنا یہ سب اثرات ایک دوسرے میں تحلیل ہوکر ایک ایسی کیفیت میں تبدیل ہونے

''ہوں!،، شوبین نے کہا ''میں بتاتا ہوں اندرئی پیترووچ اس سب کی جڑیں کہاں ہیں۔ تم نے ابھی جو کچھ کہا، وہ ایک ایسی بھٹکی ہوئی، ایسی اکیلی روح کی پکار ہے جو زندگی کی آگ میں نہیں کودتی، جو صرف دیکھتی ہے اور سر دھنتی ہے۔ دیکھنے کو ہے ہی کیا۔ خود جیو، بس یہی کارنامہ ہے تمہارا۔ جتنا بھر ممکن ہو سکے فطرت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ مگر وہ کوئی کام کی بات سمجھ میں آنے والی بات نہیں بتائےگی۔ فطرت گونگی ہے۔ وہ تنے ہوئے تار کی طرح تنتناتی رہےگی، بجتی رہےگی، مگر اس کے منھ سے کوئی راگ کوئی نغمہ پیدا ہو، اس کی امید نہ رکھو۔ ہاں جیتے جاگتے انسان، تڑپتی پھڑکتی روح، عورت کی روح کے تاروں کو چھیڑو تو راگ جنم لےگا۔ تو یہ بات ہے میرے نیک دل دوست۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کوئی ایسا ہمدم ایسا دوست پیدا کرو جو دل کے تاروں کو چھیڑ سکے، اور پھر دیکھنا چٹکی بجاتے میں تمہاری ساری بےدلی، سارے اداس جذبات ہوا ہو جائیںگے۔ بس یہی ہماری ازلی ''ضرورت،، ہے۔ ارے یار یہ تمام اداسی، یہ تمام اضطراب پیدا ہوا ہے ایک مسلسل بھوک سے۔ روح کے لئے ضروری خوراک لاؤ فوراً سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہوجائیگا۔ اس کائنات میں اپنی ایک جگہ بناؤ میرے دوست، پھر دیکھنا تم خود کو زندہ ہستی محسوس کروگے۔ یہ ''فطرت،، آخر کیا ہے، کیوں ہے؟ محبت، ذرا سمجھو اور سوچو، کتنا زور ہے، کتنی آگ ہے اس لفظ میں! اور ''فطرت،، کسقدر سرد اور بےجان اسکولی لفظ ہے۔ ماریا پیترووونا زندہ باد!،، (شوبین چہکا) ''ماریا پیترووونا نہیں،، اس نے کہا۔ ''مگر خیر وہ ایک ہی بات ہے۔ «Vous me comprenez *

برسینیف نے سر ذرا سا اٹھایا اور ہتھیلیوں پر چہرہ ٹکا دیا۔

''یہ طنز کیوں؟،، اس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھے بنا پوچھا۔ ''مذاق اڑانا ضروری ہے کیا؟ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، بہت سہان لفظ ہے محبت، بہت عظیم ہے یہ جذبہ۔ لیکن کس محبت کی بات کررہے ہو تم..؟،،

---

*تم سمجھ گئے نا میرا مطلب؟

ہے - بھیانک چیزوں کی یاد دلاتی ہے - ہاں ایسی ایسی پراسرار چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، جن تک ہماری پہنچ نہ ہو - کیا یہ نہیں ہے ہماری قسمت کہ فطرت کے سحر میں مسحور ہوکر رہ جائیں؟ کیا وہ ہمیں مسلسل اس سحر میں جکڑ نہیں رہی؟ فطرت زندگی بھی ہے اور موت بھی - فطرت کی آغوش میں چھپی ہوئی موت کی پکار بھی اتنی ہی تیز ہے جتنی زندگی کی جھنکار - ''

''موت اور زندگی تو محبت میں بھی ہے'' شوبین نے بات کاٹتے ہوئے کہا -

''اور پھر'' برسینیف کہتا رہا ''جب کبھی میں بہار کے سجائے ہوئے کسی جنگل میں، کسی ہرے بھرے مرغزار میں جاتا ہوں اور جب خیال ہی خیال میں اوبیرون* کی بانسری کی رومانی آواز سنتا ہوں — '' (برسینیف یہ کہتے ہوئے کچھ کھسیا سا گیا)

''اور کیا یہ...''

''یہ سب کیا ہے، محبت کی تلاش ہے اور خوشی و مسرت کی جستجو ہے'' شوبین نے کہا - ''میں بھی اس آواز کو جانتا ہوں، میں بھی ان نازک جذبات سے ان امیدوں اور آشاؤں سے ہم کنار ہوچکا ہوں، جو بہار میں نہائے ہوئے یہ جنگل، روح میں جگاتے ہیں، بہار میں نہائے ہوئے جنگلوں کی آغوش، جھٹپٹے کے وقت ہرے بھرے کھیتوں کی وسعتوں، ڈوبتے ہوئے سورج کے سحر اور دریا پر چھائی ہوئی شفقی دھند سے میں بھی آشنا ہوں! لیکن جنگل ہوں یا دریا، دھرتی ہو یا آکاش، بلندیوں پر اڑتے ہوئے بادل ہوں یا گھاس کا چھوٹے سے چھوٹا تنکا، میں ہر ہر چیز سے خوشیوں کی آشا کرتا ہوں، مسرتیں چننا چاہتا ہوں، میں محسوس کرتا ہوں کہ خوشیاں اور مسرتیں قریب آرہی ہیں، مجھے ہر ہر چیز میں ان کی پکار سنائی دیتی ہے - ''میرا خدا جگمگاہٹوں اور مسرتوں کا خدا ہے!'' میں نے اپنی ایک نظم کا آغاز اس مصرعے سے کیا ہے - نظم کے آغاز کے لئے بڑا لاجواب خیال ہے - میں نے بہت کوشش کی مگر ایک کے بعد دوسرا مصرعہ کبھی تشکیل

---

*فرانسیسی کہانیوں کے مطابق پراسرار جنگلی مخلوق کا شہنشاہ، بانئے جنگل -

''جرمنوں کو مبارک ہو ایسا عشق۔ میں اپنی خاطر محبت کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا نمبر ہمیشہ اول رہے۔''

''اول؟'' برسینیف نے کہا ''اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہماری زندگی کا واحد مقصد ہمیشہ دوسرے نمبر پر رہنا ہے۔''

''اگر سب ایسے ہوجائیں جیسا تم کہتے ہو'' شوبین نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''تو دنیا میں کوئی بھی انناس نہ کھائے۔ ہر ایک دوسروں کو پیش کرتا رہے گا۔''

''اسکا مطلب یہ ہے کہ انناس کی ضرورت ھی نہیں ہے، مگر تم گھبراؤ نہیں — ایسے لوگوں کی کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی جو دوسرے کے منھ کا نوالہ بھی چھین لیں۔''

تھوڑی دیر تک دونوں دوست خاموش رہے۔

''پچھلے دنوں ایک دفعہ پھر اینساروف سے مڈبھیڑ ہوگئی۔'' برسینیف نے خاموشی توڑی۔ ''میں نے اسے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ بہت دنوں سے چاہتا تھا کہ اسے تم سے اور استاخوف کے خاندان سے ملاؤں۔''

''کون سا اینساروف؟ ارے ہاں، وھی بلغار یا سرب جس کا تم نے ایک دفعہ مجھ سے ذکر کیا تھا، وھی نا؟ وھی محب وطن؟ یہ سب فلسفیانہ نکتے اسی نے تو نہیں سمجھائے تمھیں؟''

''ہوسکتا ہے۔''

''کوئی غیر معمولی شخصیت ہے کیا؟''

''ہاں۔''

'' بہت ذہین اور صلاحیتوں والا آدمی ہے؟''

''ذہین؟ بیشک۔ صلاحیتوں والا؟ کہا نہیں جاسکتا، میرے خیال میں نہیں۔''

''نہیں؟ تو پھر کیا خاص بات ہے اس میں؟''

''دیکھ لینا۔ ہاں بھئی میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہئے۔ آننا واسیلےونا چائے پر ہمارا انتظار کررھی ہوں گی۔ کیا وقت ہو گیا ہوگا؟''

''دو بج چکے، آؤ چلیں، کس قدر حبس ہے۔ ان باتوں نے میرے اندر ایک آگ سی لگادی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب

مہربان آننا واسیلیونا نے مجھے اٹلی کے سفر کے لئے روپیہ دیا اور میں خوخولوں کے یہاں* چلدیا اور...،،
''بس اب اور کچھ نہ کہو دوست،، برسینیف نے ٹوکا۔
''پھر بھی میں کہوں گا یہ روپیہ برباد نہیں ہوا۔ کیا کیا رنگ دیکھے ہیں میں نے وہاں۔ خاص کر عورتوں کے... ہاں میں خوب جانتا ہوں نجات اگر ممکن ہے تو صرف اٹلی میں!،،
''تم اٹلی ضرور جاؤگے،، برسینیف نے اس کی طرف مڑے بنا کہا۔ ''اور کچھ بھی نہیں کروگے! تم لاکھ پر پھڑپھڑاؤگے مگر اڑ نہ سکوگے۔ من خوب می شناسم پیران پارسا را۔،،
''کیوں استاواسر** اڑایا نہیں؟ اور اس مہم میں وہ اکیلا نہ تھا۔ اگر میں نہ اڑ سکا تو سمجھ لینا کہ میں بحری پنگوئن ہوں، میرے پر کٹ چکے ہیں۔ یہاں تو سانس لینا مشکل ہے میرے لئے۔ میں اٹلی جانا چاہتا ہوں!،، شوبین کہہ رہا تھا۔ ''وہاں سورج ہے، دھوپ ہے، حسن ہے!،،
ٹھیک اسی وقت ایک لڑکی اس راستے پر نظر آئی جس پر یہ نوجوان جارہے تھے۔ اس کے سر پر بڑے سے چھجےوالا تنکوں کا ہیٹ تھا اور کندھے پر چھتری۔
''ہیں یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ یہاں بھی حسن خود بڑھ کر ہمارا سواگت کر رہا ہے۔ اس حقیر آرٹسٹ کا سلام قبول ہو، من‌موھنی زویا،، اچانک شوبین بڑے ڈرامائی انداز میں اپنا ہیٹ ہلا کر چلایا۔
نوجوان لڑکی یہ جذباتی جملے سن کر ٹھٹکی اور انگلی کے اشارے سے شوبین کو تنبیھہ کی اور رک کر دوستوں کے قریب آنیکا انتظار کرنے لگی۔ اس نے اپنی ننھی سی سریلی اور کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں کہا:
''اے حضرات، کھانے پر کیوں نہیں آئے اب تک؟ کھانا چنا جاچکا ہے۔،،

---

*یوکرین لوگوں کو روسی خوخول کہتے ہیں۔
**استاواسر پیتر اندرئیےوچ (۱۸۵۰ء—۱۸۱۶ء) — روسی سنگ تراش جسے اکادیمیشن کا اعزازی خطاب ملا ہوا تھا۔

کے اس چھوٹے سے بنگلے کی نوکیلی چھت اوپر سے گلابی رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس کے چاروں طرف باغ تھا۔ اور وہ عجیب بھولپن سے سبزے کی اوٹ سے جھانکتا ہوا سا لگ رہا تھا۔ زویا نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور چلاتی ہوئی باغ میں بھاگی۔ ''صحرانوردوں کو پکڑ لائی میں!،، یہ سن کر زرد مگر بولتے ہوئے مکھڑے والی ایک لڑکی روش پر پڑائے ہوئے بنچ سے اٹھی۔ اور کاسنی رنگ کے ریشمی لباس میں ملبوس ایک خاتون بنگلے کی چوکھٹ پر نمودار ہوئیں۔ وہ دھوپ سے بچنے کے لئے منھ پر کیمرک کے کڑھے ہوئے رومال کا سایہ سا کرکے بڑے بےجان اور تھکے تھکے انداز سے مسکرائیں۔

(۳)

آننا واسیلےونا استاخوا (جس کا خاندانی نام شادی سے پہلے شوبینا تھا) سات سال کی عمر میں یتیم ہوگئی، اسے ورثے میں بہت بڑی جاگیر ملی۔ اس کے کچھ رشتےدار بہت امیر تھے اور کچھ بہت غریب۔ دادھیلی عزیز غریب تھے اور ننہیالی عزیز سینیٹروالگین اور شہزادے چیکوراسف امیر تھے۔ اس کے سرپرست شہزادہ آردالیوں چیکوراسف نے اسے ماسکو کے بہترین بورڈنگ اسکول میں داخل کر دیا۔ اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ لڑکی کو اپنے گھر لے گئے۔ وہ بالکل کھلے بندوں زندگی گزارتے تھے۔ ہر سال جاڑے میں ان کے ھاں ناچ رنگ کی محفلیں ھوتیں۔ ایسی ھی ایک محفل کے موقع پر آننا واسیلےونا کے ھونےوالے شوہر نکولائی آرتیمئےوچ استاخوف نے اس کا من جیت لیا، اس وقت آننا خوبصورت گلابی کپڑوں میں ملبوس تھی۔ اس کے بالوں میں ننھے ننھے گلابوں کا گچھا سجا ھوا تھا۔ یہ گچھا اب تک اس کے پاس موجود ھے۔

نکولائی آرتیمئےوچ استاخوف، ایک پنشن‌یافتہ کپتان کا بیٹا تھا۔ اس کے باپ ۱۸۱۲ء میں زخمی ھوئے، انھوں نے پیٹرسبرگ میں بہت بڑا عہدہ حاصل کیا۔ استاخوف سولہ سال کی عمر میں فوجی اسکول میں داخل ھوا اور پھر گارڈ کے عہدے پر فائز ھوگیا۔ وہ

بھی وہ بیوہ سے بہت کم کبھی کبھی بات کرتا اور کرتا بھی تو کچھ اس قسم کی کہ موسم کی پیشین گوئی کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ ایک دفعہ کسی نے اس کے لئے frondeur* کا لفظ استعمال کیا، اور یہ لفظ اس کے من کو بھا گیا۔ ”ہاں“، اس کے ہونٹوں کے کونے لٹک گئے۔ اور اس نے جھومتے ہوئے سوچا ”مجھے مطمئن کرنا ایسا آسان نہیں ہے۔ میری تھاہ ملنی بہت مشکل ہے۔“ اس کا فرونڈیرازم صرف اس میں تھا کہ اگر کوئی، مان لو ’اعصاب‘ کا لفظ استعمال کردیتا تو وہ فوراً بول اٹھتا: ”یہ اعصاب کیا چیز ہیں؟“ یا اگر اس کے سامنے کوئی علم بخوم کی ترقی کی بات چھیڑ دیتا تو وہ فوراً ٹوکتا: ”ہیں! علم بخوم میں یقین رکھتے ہو تم؟“ جب کبھی اسے اپنے مقابل کو پسپا کرنا ہوتا وہ جھٹ سے فیصلہ سنا دیتا: ”یہ سب محض ہوائی باتیں ہیں!“ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ اس دلیل کے سامنے ہار مان لیتے تھے (اور آج تک مان لیتے ہیں) لیکن نکولائی آرتیمئےوچ کو دور دور تک کبھی اس کا شبہہ بھی نہ ہوا کہ جرمن بیوہ اوگوستینا خریستیانوونا اپنے رشتے کی بہن تھیوڈولینڈے پیٹروزیلیوس کے خط میں نکولائی آرتیمئےوچ کا ذکر کرتے ہوئے Mein Pinselchen** لکھتی ہے۔

نکولائی آرتیمئےوچ کی بیوی آننا واسیلےونا دبلی پتلی چھوٹی سی عورت تھی۔ اس کے پتلے سے نازک چہرے سے پریشانی اور اداسی جھلکتی تھی۔ بورڈنگ اسکول میں وہ بڑے شوق سے موسیقی سیکھتی اور ناول پڑھتی تھی مگر پھر اس نے یہ سب چھوڑ چھاڑ دیا اور اپنے بننے سنورنے کا فن سیکھنے لگی، مگر یہ سلسلہ بھی زیادہ دن نہ چلا۔ وہ تن من ذہن سے اپنی بچی کی دیکھ بھال میں لگ گئی لیکن اس کی صحت نے جواب دیدیا اور بچی کی دیکھ بھال گورنس کے سپرد کرنی پڑی۔ یہاں تک کہ اس کا کام صرف یہ رہ گیا کہ اندر ہی اندر الجھتی رہتی اور دل ہی دل میں کڑھا کرتی۔ ایلینا نکولائیونا کی پیدائش کے بعد اس کی صحت بالکل تباہ ہوگئی۔

---

*باغی۔

**میرا بدھو۔

امتحان سے پہلے ہی یونیورسٹی چھوڑ دی تاکہ تن‌من دھن سے اپنی پسند کے کام میں لگ جائے۔ وہ بڑی جان توڑ محنت کرتا، مگر اس طرح کہ اچانک کام کا دورہ سا پڑتا اور بس وہ ماسکو کے قرب وجوار میں بھٹکتا پھیرتا، دیہاتی لڑکیوں کے مجسمے یا تصویریں بناتا، طرح طرح کے لوگوں سے ملتا، بڈھوں اور جوانوں سے ناتہ جوڑتا، اونچے اور نیچے درجے کے لوگوں میں گھلتا ملتا اور اطالوی فن کاروں اور روسی مصوروں کی صحبت سے فیض‌یاب ہوتا۔ وہ اکادمی میں داخلہ لینے کے خیال ہی سے کانوں پر ہاتھ رکھتا اور بڑے بڑے پروفیسروں کو بھی خاطر میں نہ لاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑکا تھا ہنرمند، بہت جلد ماسکو میں لوگ اس کے نام سے واقف ہوگئے۔ اس کی ماں پیرس کے ایک اچھے گھرانے میں پیدا ہوئی تھی، وہ بہت نیک اور سمجھدار عورت تھی، اس نے بیٹے کو فرانسیسی سکھائی۔ وہ دن رات اس کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی۔ اسے اپنے بیٹے پر بڑا ناز اور فخر تھا، وہ جوانی میں دق کا شکار ہوئی اور ابھی کم عمر ہی تھی کہ بستر مرگ پر پڑگئی۔ مرتے مرتے اس نے آننا واسیلےونا سے کہا میرے بیٹے کو اپنی نگرانی میں لے لو۔ شوبین اس وقت اکیس سال کا تھا۔ آننا واسیلےونا نے بھاوج کی وصیت کو دل‌وجان سے مانا۔ اور پاویل بنگلے کے بازو والے چھوٹے سے کمرے میں براجمان ہوگیا۔

(۴)

”آؤ کھانے پر چلو،، گھر کی مالکہ نے اداس آواز میں کہا، اور وہ سب کھانے کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ ”زویا، آؤ تم میرے پاس بیٹھو،، آننا واسیلےونا نے کہا۔ ”ایلینا تم مہمان کی خاطر کرو، اور پاویل تم شرارت نہ کرو، زویا کو نہ ستاؤ، میرے سر میں بہت درد ہے آج۔،،

شوبین نے پھر آسمان پر نظریں جمادیں۔ زویا یہ دیکھ کر دھیرے سے مسکرائی۔ زویا، یا یوں کہنا چاہئے کہ زویا نکیتیشنا میولر بھولی بھالی روسی جرمن لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں ہلکی سی ترچھی، بال سنہری اور جسم بھرا بھرا سا تھا۔ اس کی چھوٹی سی

واپس آیا، اور زویا کا مجسمہ بنانے لگا۔ وہ سر ہلا ہلا کر منھ ھی منھ میں کچھ بدبدا جا رہا تھا اور اس کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراھٹ نمودار ہو گئی۔

''پھر وھی پرانی چھیڑچھاڑ،، ایلینا نے اس کے شاھکار پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا، اور برسینیف کی طرف مڑ کر وھی بات چیت کرنے لگی جو کھانے کے دوران میں شروع ہوئی تھی۔

''پرانی چھیڑیں!،، شوبین نے دوھرایا۔ ''ھاں مگر وہ چیز ھے ھی ایسی، سدا بہار! اور خاص کر آج تو دل ھاتھوں سے نکلا جارھا ھے!،،

''یہ کیوں؟،، ایلینا نے پوچھا ''ذرا سوچئے تو سہی، آپ تو ایسے کہہ رہے ھیں جیسے کسی بےھودہ اور ناگوار سی بڑھیا کی بات کررھے ھوں۔ وہ تو ایک پیاری سی جوان لڑکی ھے۔،،

''ظاھر ھے،، شوبین نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''اچھی ھے، بہت اچھی، میں جانتا ھوں اگر یونہی راہ چلتے کسی کی نظر پڑجاتی ھوگی تو سوچتا ھوگا ''یہ ھے وہ حسینہ جس کے ساتھ پولکا ناچ کر دل جھوم اٹھے۔ میں یہ بھی جانتا ھوں کہ وہ اسکو خوب سمجھتی ھے، اور سمجھ کر خوش ھوتی ھے۔ تو پھر یہ شرم وحجاب، یہ مصنوعی سادگی؟ ھوں، آپ خوب سمجھتی ھیں میں کیا کہنا چاھتا ھوں،، اس نے منھ ھی منھ میں کہا۔ ''خیر چھوڑئیے آپ کا دھیان کسی اور طرف بٹ چکا ھے۔،،

وہ زویا کا مجسمہ توڑ کر بڑی تیزی سے مٹی کو بنانے اور بگاڑنے لگا، جیسے اندر ھی اندر الجھ رھا ھو۔

''تو آپ پروفیسر بننا چاھتے ھیں؟،، ایلینا نے برسینیف سے پوچھا۔

''ھاں،، اس نے اپنے لال ھاتھوں کو گھٹنوں کے بیچ میں دبائے ہوئے کہا۔ ''بہت پرانا خواب ھے یہ میرا۔ پھر بھی میں خوب جانتا ھوں کہ مجھ میں وہ سب نہیں ھے جو اتنے بڑے اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ھے۔ میرا مطلب ھے کہ میری قابلیت ابھی بہت کم ھے۔ مگر مجھے امید ھے کہ مجھے ولایت جانیکی اجازت مل جائےگی اگر ضرورت پڑی تو تین چار سال میں یورپ میں رھوں گا اور پھر...،،

بہت مشکل ہے۔ میرے والد بہت قابل آدمی تھے، شیلنگائی تھے، وہ ان کا اسلوب اور نظرئیے بعض دفعہ بہت صاف نہیں ہوتے تھے۔ ،،

”میری ناواقفیت کا برا نہ مانئیگا، اندرئی پیترووچ،، ایلینا نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”یہ شیلنگائی کیا ہوتا ہے؟،،

برسینیف دھیرے سے مسکرایا۔

”شیلنگائی — یعنی جرمن فلسفی شیلنگ کا پیرو۔ جہاں تک شیلنگ کی نظریوں کا سوال ہے...،،

”اندرئی پیترووچ!،، اچانک شوبین چلایا ”خدا کے واسطے! کیا تم ایلینا نکولائیونا کو شیلنگ پر لکچر دینا چاہتے ہو، ضرورت نہیں، رحم کرو!،،

”لکچر، نہیں بالکل نہیں،، برسینیف نے دھیرے سے کہا، اس کا منھ لال ہوگیا تھا۔ ”میں چاہتا تھا...،،

”اور لکچر میں کیا برائی ہے؟،، ایلینا نے ٹوکا۔ ”مجھے اور آپ کو دونوں کو لکچر کی ضرورت ہے پاویل یاکوفلیویچ۔ ،،

شوبین نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور اچانک قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”ہنس کیوں رہے ہیں آپ؟،، اس نے رکھائی سے ایک حد تک بگڑ کر پوچھا۔

شوبین خاموش ہوگیا۔

”چلئے چھوڑئیے۔ بس اب غصہ تھوک دیجئیے،، اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”معاف کردیجئیے۔ مگر معاف کیجئیےگا یہ تو ہے کہ اب ایسے موسم میں، ان درختوں کے سائے تلے فلسفے پر بات کرنے کا کون تک ہے؟ آئیے بلبلوں اور گلاب کی کلیوں کی باتیں کریں، نوجوان نگاہوں اور مسکراہٹوں کا ذکر کریں۔ ،،

”ہاں اور فرانسیسی ناولوں اور عورتوں کے لباسوں کے گن گائیں،، ایلینا نے لقمہ دیا۔

”ہاں لباسوں کی بات کیجئیے،، شوبین نے جواب دیا ”شرط یہ ہے کہ لباس خوبصورت ہوں۔ ،،

”ضرور! اور اگر کپڑوں کی بات کرنے کو ہمارا دل نہ چاہے تب؟ آپ خود کو آزاد فن‌کار مانتے ہیں، تو پھر دوسروں کی آزادی کا گلا کیوں گھونٹیں؟ ہاں، اور کیا میں پوچھ سکتی ہوں

اپنا بازو دیجئیے ، آئیے روش پر چلیں - اس نے بیکار گڑبڑ کردی۔ ہم آپ کے والد کے مسودے کی بات کررہے تھے - ،،

برسینیف ایلینا کا ھاتھ تھام کر اس کے ساتھ باغ میں چلا گیا - لیکن وہ پھر اس موضوع کی طرف نہیں پلٹے جس کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا - برسینیف پھر پروفیسری کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنے اور اپنے آئندہ کے کام کے بارے میں بات کرنے لگا - وہ بہت ھی سست قدمی سے ایلینا کے ساتھ ساتھ چل رھا تھا - اس کی چال عجیب بےتکی تھی، اور اس نے عجیب بےڈھنگے پن سے ایلینا کا ھاتھ تھام رکھا تھا - دو تین دفعه تو اس کے قدم ڈگمگائے اور کندھا ایلینا سے ٹکرا گیا، مگر اس نے ایکدفعه بھی نظر اٹھا کر ایلینا کی طرف نه دیکھا - اسکی تقریر میں بہت روانی نه سہی پر تسلسل ضرور تھا - وہ بہت ھی سیدھے سادے اور نپے تلے لفظوں میں بات کررھا تھا - اس کی نگاھیں درختوں کے تنوں، راہ میں بچھی ھوئی ریت اور سرسبز گھاس پر پھیلتی رھیں، اس کے خاموش یا پاکیزہ جذبات کی روشنی میں ھر چیز جگمگا اٹھی تھی، اس کی آواز پرسکون ھوچلی تھی، اس میں خوشی کی ایسی جھنکار تھی، جو ھر اس آدمی کی آواز میں ھوتی ھے جو اپنی کسی عزیز ھستی کے سامنے اپنا دل کھول رھا ھو - ایلینا بڑی توجه سے اس کی باتیں سن رھی تھی - اس نے گردن کو ھلکا سا خم دے کر برسینیف کی طرف منه کر رکھا تھا - اس کی نگاھیں برسینیف کے زردی مائل چہرے پر گڑی ھوئی تھیں - اس کی آنکھوں کو تک رھی تھیں، ان دوستانه اور نرم آنکھوں کو جو ایلینا کی نگاھوں سے کترا رھی تھیں - اس کے دل کے دروازے کھل رہے تھے اور کوئی بڑی نرم، پاکیزہ اور حسین شے جیسے اس میں تحلیل ھورھی تھی، یا اس کے وجود کی گہرائیوں سے پھوٹ رھی تھی -

(۵)

شوبین رات تک کمرے سے نه نکلا - رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا، آسمان پر ساتویں کا چاند چمک رھا تھا - کہکشاں دمک رھی تھی، اور تارے جھلملارہے تھے - برسینیف آننا واسیلیِونا،

اور کچھ نہ تھا۔ اس کے دل و دماغ اور روح پر اس نوجوان حسینہ کا خیال چھا گیا۔ برسینیف سر جھکائے چلتا رہا۔ اور اس کے ایک ایک سوال ایک بات کی یاد جگاتے رہے۔ اور پھر اسے ایسا لگا جیسے پیچھے سے کسی کے تیز قدموں کی چاپ سنائی دی ہو۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ کوئی بھاگ رہا تھا، کوئی اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کررہا تھا۔ پھر کسی کے تیز تیز سانس لینے کی آواز آئی۔ اور اچانک ایک بڑے سے درخت کے سائے کے پیچھے سے شوبین نکلا۔ اس کے پریشان بال ہیٹ کی قید سے آزاد تھے۔ چاندنی میں وہ بالکل بھوت سا لگ رہا تھا۔ ۳۵

''اچھا ہوا تم اس راستے سے آئے،، اس نے بڑی مشکل سے سانس قابو میں کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں تمھیں نہ پکڑپاتا تو رات بھر میری پلک نہ جھپکتی۔ لاؤ ہاتھ لاؤ۔ گھر جارہے ہو کیا؟،،

''ہاں۔ ،،

''چلو میں تمھیں چھوڑ آؤں۔ ،،

''ہیٹ کے بغیر کیسے جاؤ گے تم؟،،

''ارے چھوڑو میں نے تو ٹائی بھی اتاردی۔ اب تو گرمی ہے۔ ،،

دونوں دوست خاموشی سے کچھ دور گئے۔

''آج بہت حماقت کی حرکت کی ہے نا میں نے؟،، اچانک شوبین نے پوچھا۔

''سچ بات پوچھتے ہو تو ہاں۔ میری تو سمجھ ہی میں نہیں آرہی تھی تمھاری حرکت! میں نے اس رنگ میں تمھیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آخر اس قدر بگڑ کس بات پر گئے تم، ان ذرا ذرا سی چہلوں پر؟،،

''ہوں!،، شوبین بڑ بڑایا ''تم اسے اس طرح دیکھتے ہو، مگر مجھے یہ اٹکھیلیاں نہیں جچتیں۔ دیکھتے ہو —،، اس نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ تمھیں بتادوں کہ میں — کہ — تم میرے بارے میں جو چاہو سوچو — میں — ہاں میں! میں ایلینا پر مرتا ہوں!،،

''تمھیں ایلینا سے محبت ہے!،، برسینیف نے دوہرایا اور ٹھٹک کر کھڑا ہوگیا۔

''ہاں،، شوبین نے بظاہر بڑی بے پروائی سے کہا۔ ''کیوں

”شانے؟“

”ارے ہاں، وہ ہاتھ ہوں یا شانے ایک ہی بات ہے۔ ایلینا نے کھانے کے بعد مجھے اس کنج میں دیکھ لیا۔ اور کھانے کے وقت سے پہلے میں اس کے سامنے مستقل زویا کا مذاق اڑا رہا تھا۔ ایلینا کچھ نہیں سمجھتی کہ اس قسم کی متضاد باتیں کس قدر فطری ہوتی ہیں۔ اور پھر تم آگئے۔ تم سمجھتے ہو... کیا سمجھتے ہو تم؟.. تم شرم سے لال ہوجاتے ہو، تم ھچکچاتے ہو اور پھر تم شیلر اور شیلنگ پر بات کرتے ہو۔ (وہ تو ہمیشہ سے غیرمعمولی لوگوں کی دیوانی ہے) اور تم جیت گئے۔ میری بدقسمتی دیکھو کہ میں ھنسوڑ بننے کی کوشش میں لگا رہا... اور... حالانکہ...“

اچانک شوبین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ ایک طرف کو ہٹ کر زمین پر بیٹھ گیا اور اپنے بال نوچنے لگا۔

برسینیف اس کے قریب کھسک آیا۔

”پاویل“ اس نے کہا ”یہ کیا بچپن ہے؟ ہیں! یہ آج کیا ہوگیا ہے تمھیں؟ خدا جانے اپنے سر میں یہ کیا خرافات بھر لی اور اب رو رہے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تم یونہی سوانگ رچا رہے ہو۔“

شوبین نے سر اٹھایا۔ چاندنی میں اس کے گالوں پر آنسو چمک اٹھے۔ مگر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اندرئی پیتروچ“ اس نے کہا ”میرے بارے میں جو چاہو سوچو۔ میں تو خود یہ ماننے کو تیار ہوں کہ میں اس وقت پاگل ہوگیا ہوں مگر مجھے ایلینا سے محبت ہے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں عشق ہے، اور ایلینا تم سے پیار کرتی ہے۔ ہاں میں نے تمھیں گھر تک چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے، میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔“

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا رات ہے! کس قدر سیمیں، تاریک اور پرشباب! جن پر کوئی محبت کے پھول نچھاور کرتا ہوگا، وہ اس وقت کتنے خوش ہوں گے! وہ کس قدر خوشی سے رت جگا کریں گے! اندرئی پیتروچ، تم سوؤ گے آج کی رات؟“

۳۹

نہ آسکا۔ وہ دونوں گھاس پر پڑتی ہوئی روشنی میں پہنچے، شوبین نے جھانک کر اندر دیکھا اور رک کر آواز دی: ”آننوشکا!“ لڑکی تیزی سے مڑی اور اسکا چوڑا سا دلکش اور تروتازہ چہرہ سامنے آگیا۔ اس کی ہنستی ہنستی سی آنکھیں بھوری تھیں اور بھویں سیاہ۔ ”آننوشکا!“ شوبین نے دوبارہ پکارا۔ لڑکی نے سہمی سہمی پریشان نظروں سے دھیرے سے اس کی طرف دیکھا۔ خریداری یونہی چھوڑ چھاڑ تیزی سے دوکان سے اتری، اور سڑک کو پار کرکے تیزی سے بائیں طرف مڑ گئی۔ عام دیہاتی دوکان‌داروں کی طرح یہ دوکان‌دار بھی ایک موٹا تھل تھل آدمی تھا جسے کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔ اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا، اور اسے جاتے دیکھ کر زور سے جماھی لی۔ شوبین نے برسینیف کی طرف پلٹ کر کہا ”دیکھا... دیکھا۔ جانتے ہو... یہاں میرے جان پہچان کا ایک خاندان ہے۔ ہاں تو ان کے ہاں — ایسی ویسی بات نہ سوچنا...“ وہ اپنی بات ختم کئے بغیر بھاگتی ہوئی لڑکی کے پیچھے بھاگ گیا۔

”خدا کے لئے آنسو تو پونچھ لو اپنے!“ برسینیف نے پکار کر کہا، وہ ہنسی نہ روک سکا۔ لیکن جب وہ گھر پہنچا تو اس کے چہرے سے ساری خوش دلی رفو چکر ہوچکی تھی۔ اب وہ ہنس نہیں رہا تھا۔ گوکہ اس نے پل بھر کے لئے بھی شوبین کی بات پر یقین نہیں کیا تھا لیکن اس کی ایک ایک بات برسینیف کے روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ ”پاویل مجھسے بیوقوف بنا رہا تھا“، اس نے سوچا — ”مگر کبھی نہ کبھی تو وہ محبت کرےھی گی... کون ہوگا اس کا محبوب؟“

برسینیف کے کمرے میں ایک چھوٹا اور پرانا سا پیانو رکھا تھا۔ جسکی تانیں بڑی نرم اور مدھم تھیں۔ گوکہ اس وقت اس کے کل پرزے کسی قدر ڈھیلے تھے۔ برسینیف اس کے پاس بیٹھ کر سر ٹھیک کرنے لگا۔ روس کے تمام امراءُ کی طرح اس نے بچپن سے موسیقی سیکھی تھی، اور ان ھی کی طرح بہت برا بجاتا تھا۔ مگر پھر بھی اسے موسیقی سے عشق تھا۔ اسے فن موسیقی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ (سیمفنی اور سناٹا اور حد ہے کہ اوپیرا تک سے اس کا دل بری طرح اوبتا تھا) وہ تو دیوانہ تھا اس میٹھے میٹھے اور مبہم

مدھم آواز کے زیروبم سے، غرض ہر ہر ادا سے ایک عجیب سی ہیجانی اور برقی کیفیت جھلکتی تھی، کچھ عجیب سی جلد بازی اور پریشانی ٹپکتی، ایک ایسی کیفیت جو ہر ایک کو پسند نہ آتی بلکہ بعض لوگوں کو تو اس سے دور بھگاتی۔ اس کے ہاتھ نرم اور چھوٹے چھوٹے تھے اور انگلیاں بہت لمبی، اس کے پاؤں بھی بہت چھوٹے تھے اور چال بہت تیز اور اکھڑی اکھڑی سی تھی۔ چلتے ہوئے وہ ذرا آگے کو جھکی رہتی۔ اسکا بچپن کچھ عجیب رہا، شروع میں وہ باپ پر جان دیتی تھی، پھر ماں سے اس کی محبت بے طرح بڑھ گئی اور پھر دونوں کی محبت کا شعلہ بجھ گیا۔ خاص کر باپ سے تو اسے بالکل ھی لگاؤ نہ رہا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ ماں سے بالکل ایسا برتاؤ کرنے لگی تھی جیسے وہ بیمار دادی ہو۔ اس کا باپ بچپن میں اسے غیر معمولی بچی سمجھتا اور اس پر فخر کرتا تھا، مگر اب بیٹی کے جوان ہونے پر اس سے ڈرنے لگا، اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میری بیٹی تو نہ جانے کس پر پڑی ھے، بلا کی پرجوش جمہوریت پسند لڑکی ھے۔ وہ کمزوریوں سے بہت چڑتی، حماقت پر بگڑجاتی اور جھوٹ کو تو کبھی ھرگز معاف نہ کرسکتی۔ وہ کسی بھی حالت میں اپنے اصولوں سے دور نہ ھٹتی، اس کی بڑی سے بڑی تعریف میں بھی اکثر ملامت کا پہلو چھپا ھوا ھوتا۔ ایک دفعہ اگر کوئی اسکی نظروں میں گرجائے — اور وہ رائے قائم کرنے میں یوں بھی بہت تیز تھی — تو وہ اسے اس طرح اپنی زندگی سے نکال پھینکتی جیسے کہ وہ مر چکا ھو۔ چھوٹی سے چھوٹی بات اس کی روح پر گہرا اثر چھوڑتی۔ زندگی اس کے لئے پھولوں کی سیج نہ تھی۔

آنا واسیلےونا نے اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت کی نگرانی ایک گونس کو سونپ دی تھی۔ مگر اس تھکی ماندی خاتون نے تعلیم کا سلسلہ کبھی شروع ھی نہ کیا۔ یہ گورنس ایک دیوالیہ رشوت خوار روسی کی بیٹی تھی، اونچے طبقے کی کنواریوں کے ادارے کی تعلیم یافتہ۔ یہ خاتون بہت ھی جذباتی، نرم دل اور جھوٹی تھی اور اسے آئے دن عشق ھوا کرتے، اور آخر عشق کی ان داستانوں کا انجام یہ ھوا کہ ۱۸۵۰ء میں (جب کہ ایلینا سترہ سال کی ھوچکی تھی) اس نے کسی فوجی افسر سے شادی کرلی، جس

ظالم خالہ اکثر اسے مارا کرتی تھی۔ کاتیا تو اس سے بڑی نفرت تھی، وہ ہمیشہ کہا کرتی کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے گی، وہ ”خدا کی آزاد سرزمین،، پر بسیرا کرے گی۔ ایلینا بڑی عزت و احترام اور دبے دبے سے خوف کے ساتھ یہ نئی اور اجنبی باتیں سنتی اور اس کی نظریں کاتیا پر جمی رہتیں، اسے کاتیا کے سراپا میں، اسکی تڑپتی مچلتی اور وحشی سیاہ آنکھوں میں، اس کے سنولائے ہوئے ہاتھوں، اس کی دھیمی دھیمی آواز میں، یہاں تک کہ اس کے پھٹے پرانے کپڑوں میں ایک انوکھے پن اور کچھ عجیب پاکیزگی کی جھلک نظر آتی۔ ایلینا گھر آجاتی، مگر بڑی دیر تک بھکاریوں کے اور ”خدا کی سرزمین،، کے بارے میں سوچتی رہتی، اور خواب دیکھتی رہتی کہ وہ اپنے لئے بادام کی ایک ڈالی توڑے گی، اور راستے کے لئے کندھے پر تھیلا ڈال کر کاتیا کے ساتھ بھاگ جائے گی۔ وہ سوچتی کہ وہ نیلے نیلے جنگلی پھولوں کا تاج سر پر سجائے گی اور جھومتی جھامتی سڑک پر چل دے گی۔ ایک دفعہ ایسا ھی تاج تو دیکھا تھا اس نے کاتیا کے سر پر۔ اگر ایسے میں اس کے گھروالوں میں سے کوئی کمرے میں آجاتا تو وہ شرما کر کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگتی۔ ایک دفعہ وہ تیز بارش میں کاتیا سے ملنے نکل پڑی۔ اس کے کپڑوں پر بارش کی چھینٹیں پڑ گئیں، اس کے باپ نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا، اور اسے پھوہڑ، گنوار اور نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ اس کا رنگ لال ہو گیا۔ اور حیرت اور دکھ کے احساس سے اسکا دل رودیا۔ کاتیا اکثر سپاھیوں کے گیتوں جیسے ایک بھدے گیت کی دھن گنگنایا کرتی تھی، ایلینا نے اس سے یہ دھن سیکھ لی۔ آننا واسیلیونا نے کہیں سن لیا، بس پھر کیا تھا غصے سے آگ بگولا ھو گئیں۔

”یہ بے ہودہ گیت کہاں سیکھا تم نے؟،، اس نے بیٹی سے پوچھا۔

ایلینا نے نظر اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا اور منھ سے ایک لفظ نہ بولی۔ چاھے جان چلی جائے مگر وہ اپنا راز ھرگز ھرگز نہ بتائے گی۔ اس کے دل میں پھر غم و غصے کے احساس سے درد کی

اسکا خیال ٹھنڈا پڑجاتا اور وہ اپنے اوپر خوب ہنستی، اطمینان اور بےفکری میں دن گذرنے لگتے اور پھر اچانک کوئی انجانی مگر بالائی طاقتور شے اسکے اندر انگڑائیاں لینے لگتی، ایک تڑپتا مچلتا طوفان سا باھر نکلنے کا راستہ ڈھونڈنے لگتا ـ طوفان گزرجاتا، وہ اڑنے بھی نہ پاتی کہ اس کے پر تھکن سے نڈھال نیچے آگرتے ـ مگر طوفان کے یہ جھونکے اسے یونہی سستا نہ چھوڑتے ـ وہ اپنی سی پوری کوشش کرتی کہ اس کے دل پر جو بیت رھی ھے اسکی خبر کسی کو کانوں کان نہ ھونے پائے ـ لیکن ظاھرہ سکون کی نقاب اسکی بےقرار روح کی بے تابی کو چھپا نہ سکتی ـ اور ایسے میں اگر اس کے عزیز رشتےدار اسکی ''بے تکی باتوں،، کو نہ سمجھ سکتے، اور کندھے جھٹکتے اور پریشان ھوتے نظر آتے تو کیا تعجب تھا ـ

اور جس دن سے ھماری کہانی کا آغاز ھوتا ھے،اس دن روزانہ سے زیادہ وقت بیت گیا اور ایلینا کھڑکی کے پاس سے نہ ھٹی ـ وہ بڑی دیر تک برسینیف کے بارے میں سوچتی رھی، اس سے اپنی بات چیت پر غور کرتی رھی ـ برسینیف اسکے دل کو بھا گیا تھا ـ اسے برسینیف کے جذبات اور احساسات کی گرمی اور اس کے مقاصد کے کھرے پن پر پورا بھروسہ تھا ـ اس نے اس سے پہلے کبھی اس طرح ایلینا سے بات نہیں کی تھی جس طرح اس شام کی ـ اسے برسینیف کی گھبرائی اور شرمائی ھوئی نگاھیں اور اسکی مسکراھٹ یاد آئی اور وہ خود بھی مسکرائی اور کچھ سوچنے لگی ـ مگر اب اسکے خیالوں کا مرکز برسینیف نہ تھا ـ وہ کھلی کھڑکی سے ''رات،، کے اندھیرے کو کھوجنے لگی ـ بڑی دیر تک وہ سیاہ آسمان کو تکتی رھی جو اس وقت بہت نیچا معلوم ھورھا تھا ـ پھر اٹھی، سر جھٹک کر چہرے پر مچلتی ھوئی لٹیں ھٹائیں، اور بنا کچھ سوچے سمجھے اپنے سردی میں ٹھٹھرے ھوئے ننگے بازو آسمان کی طرف اٹھادئے ـ اور پھر بازو نیچے گرگئے، اور وہ اپنے پلنگ کے پاس دوزانو بیٹھ گئی ـ اسکا سر تکیے میں دھنس گیا، اس نے لاکھ چاھا کہ دل و جان پر چھائے ھوئے ان جذبات کی رو میں نہ بہے، مگر آنسوؤں کا طوفان پھٹ پڑا، عجیب الجھن، عجیب پریشانی، عجیب آگ تھی ان آنسوؤں میں ـ

پلنگ تھا، دوسرے میں ایک چرمی صوفہ تھا اور چھت میں بیچوں بیچ ایک بڑا سا پنجرہ لٹکا ہوا تھا، جس میں کبھی کسی بلبل کا بسیرا رہ چکا تھا۔ برسینیف نے چوکھٹ پر قدم رکھا ہی تھا کہ اینساروف اسکی طرف لپکا، مگر اس نے چلا کر یہ نہیں کہا — "ارے آپ!" یا "اف میرے خدا! کہئے کیسے آ نکلے!" اس نے تو "سلام علیکم" بھی نہ کہا۔ ہاں اسکا ہاتھ دبایا اور کمرے میں پڑی ہوئی اکلوتی کرسی پر بٹھادیا۔ ۴۹

"بیٹھئے!" اس نے کہا اور خود میز کے کنارے ٹک گیا۔

"دیکھ رہے ہیں کمرہ ابھی تک کباڑخانہ بنا ہوا ہے۔" اینساروف نے زمین پر پڑے ہوئے کاغذوں اور کتابوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک پوری طرح ٹھیک ٹھاک نہیں کیا ہے۔ وقت ہی نہیں ملا۔"

اینساروف ہر لفظ جماجما کر بہت ستھرے لہجے میں شستہ روسی بولتا مگر اس کی آواز کانوں کو بھلی لگتی پر ساتھ ہی کچھ غیرروسی بھی معلوم ہوتی کیونکہ وہ حلق سے آواز نکال کر بولتا تھا۔ اور پھر شکل صورت سے تو وہ الگ سے بدیسی معلوم ہوتا (وہ بلغار تھا)۔ وہ چوبیس پچیس سالہ، دبلا سوکھا نوجوان تھا۔ اسکا سینہ دھنسا ہوا اور ہاتھ کھردرے اور ھڈیالے تھے۔ اسکا نقشہ کھڑا ہوا تھا۔ جھکی ہوئی ناک، کالے سیاہ سیدھے بال، چھوٹی سی پیشانی، چھوٹی چھوٹی تیز اور سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں، اور گھنی گھنی بھویں۔ جب کبھی وہ مسکراتا تو اس کے پتلے پتلے سخت اور باھر کو نکلے ہوئے ھونٹوں کے اندر سے موتی سے دانتوں کی لڑی جھانکنے لگتی۔ وہ ایک پرانا مگر صاف ستھرا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ کے بٹن اوپر سے نیچے تک بند تھے۔

"پچھلے مکان سے کیوں چلے آئے آپ؟" برسینیف نے پوچھا۔

"یہ سستا ہے: اور پھر یونیورسٹی سے قریب ہے۔"

"ہاں مگر آجکل تو چھٹیاں ہیں... اور پھر گرمی میں شہر میں رھنے کی کیا سوجھی آپ کو! وہ مکان چھوڑنا ہی تھا تو گرمی کا بنگلہ کرائے پر لے لیا ہوتا۔"

اینساروف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے برسینیف کی طرف

ایک عزیز دوست بھی وھیں رھتا ھے، غیرمعمولی صلاحیتوں کا مالک ھے۔ مجھے یقین ھے آپ ان سے مل کر بہت خوش ھوں گے“ (روسی کے پاس اور کچھ نہ بھی ھو تو اپنے دوستوں کے ذریعے مہمان کی خاطر کرکے خوش ھولے گا۔) ”واقعی، ضرور آئیے۔ بلکہ آپ تو رھنے کیلئے میرے بنگلے میں آجائیے۔ ھم ساتھ کام کریں گے، پڑھیں گے... میں آج کل تاریخ اور فلسفے کا مطالعہ کررھا ھوں۔ آپ کو بھی ان مضامین سے دلچسپی ھے۔ میرے پاس بہت کتابیں ھیں۔“

اینساروف اٹھا اور کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔

”اچھا یہ بتائیے“ آخر اس نے کہا۔ ”آپ نے اپنے بنگلے کا کتنا کرایہ دیا ھے؟“

”چاندی کے سو روبل۔“

”اور کل کتنے کمرے ھیں اس میں؟“

”پانچ۔“

”یعنی ایک کمرے کے بیس روبل پڑے؟“

”ھاں بیس، مگر دیکھئے نا مجھے تو اس کمرے کی ضرورت ھی نہیں ھے۔ خالی پڑا ھوا ھے۔“

”وہ ٹھیک ھے، مگر سنئے“ اینساروف نے سر کے فیصلہ کن اشارے سے کہا۔ ”میں صرف اس حالت میں آپ کی دعوت قبول کرسکتا ھوں کہ آپ مجھ سے مقررہ کرایہ لینے پر تیار ھوجائیں۔ بیس روبل میں آسانی سے دے سکتا ھوں۔ یوں بھی آپ کہتے ھیں کہ وھاں میں اور اخراجات میں کفایت کرسکوں گا۔“

”یقیناً، مگر سچ کہتا ھوں اس سے مجھے دکھ ھوگا۔“

”تو پھر اس کا کوئی سوال ھی نہیں اٹھتا اندرئی پیتروو چ۔“

”جیسی آپ کی مرضی۔ مگر ھیں آپ بہت ضدی!“

اینساروف نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔

دونوں نوجوانوں نے طے کیا کہ کس دن اینساروف بنگلہ آئے گا۔ انھوں نے مالک مکان کو بلایا، مگر اس نے اپنی بیٹی کو بھیج دیا، یہی کوئی سات سالہ بچی تھی۔ اس کے سر پر بڑا سا رنگین رومال تھا۔ اس نے بڑے غور اور گھبراھٹ کے ساتھ اینساروف کی بات سنی اور خاموشی سے باھر نکل گئی۔ اس کے بعد اس کی

تو اپنے خیالات اپنے دل ھی میں دفن کرلیئے۔ زندگی میں صرف ایک دفعه ان میں شوق کی هلکی سی رمق نظر آئی تھی جس نے انھیں کچھ کرنے پر اکسایا۔ هوا یه که وہ کسی اخبار میں لندن کی نمائش کے ''کاونٹر بمبارڈن،، آلے کا ذکر پڑھکر ان کے منھ میں پانی بھر آیا۔ اور اپنے لئے یه آله منگوانے کو بے تاب هوگئے اور پھر انھوں نے پوچھ گچھ شروع کی که وہ روپیه کس کمپنی کے ذریعے بھیجیں اور کہاں بھیجیں۔

اووار ایوانووچ تمباکو کے رنگ کا فراک کوٹ اور سفید نکٹائی پہنتے تھے۔ کھاتے اکثر اور خوب ڈٹ کر۔ جب کبھی انھیں کسی خاص سلسلے میں رائے دینی هوتی یا کوئی بےڈھب سی بات کرنی هوتی تو وہ گھبرا گھبرا کر اپنے سیدھے هاتھ کی انگلیاں هوا میں نچاتے۔ انگوٹھے کی طرف سے ننھی انگلی کی طرف اور پھر ننھی انگلی سے انگوٹھے کی طرف، اور اٹک اٹک کر کہتے۔ ''همیں چاهئے که... کسی نه کسی طرح، یه بات...،،

اووار ایوانووچ کھڑکی کے قریب آرام کرسی میں بیٹھے هوئے زور زور سے سانس لے رهے تھے۔ نکولائیآرتیمئےوچ تیزی سے کمرے میں ٹہل رها تھا۔ اس کے هاتھ جیبوں میں ٹھسنے هوئے تھے اور چہرے سے غصے اور ناگواری کے آثار ظاهر تھے۔

آخر اس نے رک کر سر هلایا۔

''هاں،، اس نے کہنا شروع کیا ''همارے زمانے میں نوجوانوں کے انداز اور تھے۔ نوجوان اپنے بزرگوں کو چٹکیوں میں نہیں اڑاتے تھے۔ اور اب میں ان کو دیکھتا هوں تو حیران رہ جاتا هوں۔ هوسکتا هے میں غلطی پر هوں اور وہ صحیح راستے پر۔ مگر پھر بھی چیزوں کے بارے میں میری اپنی ایک رائے هے۔ میں کوئی گدھا تو نہیں هوں۔ کیوں کیا کہتے هو اووار ایوانووچ؟،،

اووار ایوانووچ نے ان کی طرف دیکھا اور انگلیاں مروڑتا رها۔

''ایلینا نکولائیونا کو دیکھ لو،، استاخوف کہہ رها تھا۔ ''یه ٹھیک هے که میں اسے نہیں سمجھتا، مجھ میں بھلا اتنی قابلیت کہاں۔ اسکا دل اتنا بڑا هے که کیا مینڈک اور کیا ٹڈا ساری کائنات کو اس نے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا هے۔ هر چیز کو هر شخص کو سوا اپنے باپ کے۔ میں یه باتیں خوب سمجھتا

آرتیمئےوچ نے دانت بھینچ کر کہا ۔ اور پھر تیز تیز قدموں سے کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ ”میرا یہ مقصد قطعی نہیں تھا ۔“

”نہیں، پاویل کو ضرور آپ سے معافی مانگنی چاھئیے ۔“

”لیکن مجھے اس کی معافی تلافی سے کیا لینا دینا، اور معافی ہے کیا چیز؟ سب ھوائی باتیں ھیں ۔“

”مطلب کیوں نہیں ہے؟ اسے سمجھانا چاھئیے ۔“

”تم خود سمجھالینا ۔ تمھاری بات زیادہ آسانی سے سن لیگا ۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے ۔“

”نہیں نکولائی آرتیمئےوچ ھرگز نہیں، آج جب سے آپ آئے ھیں آپکا پارہ چڑھا ھوا ہے ۔ پچھلے دنوں سے آپ دبلے بھی ھوگئے ھیں ۔ میں تو سمجھتی ھوں اس علاج سے آپکو ذرا بھی فائدہ نہیں ھورھا ہے ۔“

”نہیں یہ علاج میرے لئے بہت ضروری ہے ۔“ نکولائی آرتیمئےوچ نے کہا ”میرا جگر خراب ہے ۔“

ٹھیک اس وقت شوبین کمرے میں داخل ھوا ۔ لڑکا بہت تھکا تھکا سا لگ رھا تھا ۔ اس کے ھونٹوں پر ھلکی سی طنز بھری مسکراھٹ کھیل رھی تھی ۔

”آپ نے یاد کیا تھا مجھے آننا واسیلےونا؟“ اس نے پوچھا ۔

”ھاں میں نے بلایا تھا ۔ بالکل ناقابل برداشت بات ہے یہ پاویل ۔ میں تمھاری حرکتوں سے بہت ناخوش ھوں ۔ تم نے نکولائی آرتیمئےوچ کے ساتھ بدتمیزی کیسے کی؟“

”کیا نکولائی آرتیمئےوچ نے آپ سے شکایت کی ہے میری؟“ شوبین نے کنکھیوں سے استاخوف کی طرف دیکھتے ھوئے پوچھا ۔ اس کے ھونٹوں پر وھی طنز بھری مسکراھٹ کھیل رھی تھی ۔

استاخوف نے منھ پھیر کر نظریں جھکالیں ۔

”ھاں شکایت کی ہے ۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے ان کے ساتھ کیا بدتمیزی کی ۔ پھر بھی تم ابھی اسی وقت ان سے معافی مانگو ۔ ان کی صحت بہت کمزور ھوچکی ہے ۔ اور پھر یوں بھی نوجوانوں کو اپنے کرمفرماؤں اور محسنوں کا ادب کرنا چاھئیے ۔“

”واہ کیا منطق ہے!“ شوبین نے سوچا اور استاخوف کی طرف مڑا ۔ ”اگر میں نے کسی طرح بھی آپکو صدمہ پہنچایا ہے“

ہوئے کہا۔ ''شرم نہیں آتی تمھیں؟ بچے تو نہیں ہو تم اب۔ سر پھٹنے لگا میرا تو۔ کچھ معلوم ہے تمھیں زویا کہاں ہے؟،،

''میرے خیال میں اوپر کمرے میں ہے۔ ارے وہ ننھی سی چالاک لومڑی ہوا کا رخ ایسا دیکھتی ہے تو جھٹ اپنے بل میں جا دبکتی ہے۔،،

''بس خدا کے لئے پاویل، خدا کے لئے!،، آننا واسیلیونا چاروں طرف کچھ ڈھونڈنے لگی۔ ''میری دوا کی پیالی تو نہیں دیکھی تم نے؟ پاویل خدا کے لئے اتنی مہربانی کرو کہ اب میرا خون اور زیادہ نہ کھولاؤ۔،،

''میں کہاں کھولا رہا ہوں آپ کا خون خالہ جانی؟ مجھے اپنا ہاتھ چومنے دیجئے اچھی خالہ۔ آپ کی دوا کی پیالی میں نے مطالعے کے کمرے میں میز پر رکھی دیکھی تھی۔،،

''داریا ہمیشہ اسے بےجگہ رکھ دیتی ہے،، آننا واسیلیونا بڑبڑائی اور اپنا ریشمی لباس سرسراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

شوبین اس کے پیچھے پیچھے بڑھا لیکن اووار ایوانووچ کی آواز سن کر ٹھٹھک گیا۔

''تم جیسے بودے لڑکے کے ساتھ اور یہ برتاؤ!،، پنشن یافتہ کورنٹ نے رک رک کر کہا۔

شوبین ان کے قریب گیا۔

''کیوں نہ کیا جائے ایسا برتاؤ، محترم اووار ایوانووچ؟،،

''کیوں؟ تم جوان ہو اس لئے عزت کرو! خوب۔،،

''کس کی؟،،

''کس کی؟ ظاہر ہے کس کی، ہنس کس بات پر رہے ہو۔،،

شوبین نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا:

''جناب من، اس میں کیا شک ہے۔ فرقہ واریت کی عمارت آپ ہی کے دم قدم سے قائم ہے۔ سماج کے قلعے کی بنیاد آپ ہی ہیں۔،،

اووار ایوانووچ اپنی انگلیاں مروڑنے لگے۔ ''بس بہت ہوچکا بھائی۔ اب مجھے اور غصہ نہ دلاؤ۔،،

''لیجئے دیکھئے،، شوبین نے کہا۔ ''ایک صاحب ہیں، کچھ ایسے جوان بھی نہیں رہے مگر ابھی تک بچپن کی حرکتیں باقی ہیں! عزت کرو! آپ تو اپنے میں مگن رہتے ہیں، جانتے ہیں آپ

پریشانی اور بے چینی کے آثار پیدا کرکے وودکا پی، ایک آدھ لقمه کھائے اور جیبوں میں رومال ڈھونڈنے لگے۔ وقت گزرتا رہا۔ اب لڑکا تھالی اور جام ہٹاچکا تھا، بچا ہوا پکوان اڑا چکا تھا اور اپنے مالک کے کوٹ سے ٹیک لگا کر ایک جھپکی بھی لے چکا تھا۔ لیکن اووار ایوانووچ اسی طرح اپنی پھیلی ہوئی انگلیوں میں رومال تھامے بیٹھے رهے۔ اور اسی طرح کھوئی کھوئی نظروں سے کھڑکی، زمین اور دیواروں کو تکتے رهے۔

(٩)

شوبین نے اپنے کمرے میں واپس آکر کتاب کھولی هی تھی که نکولائی آرتیمئےوچ کا ملازم آهسته سے اس کے کمرے میں آیا اور اس کے هاتھ میں ایک چھوٹا سا تکونه پرچه تھمادیا۔ پرچے پر بڑی سی عدالتی مہر لگی ہوئی تھی۔

پرچے میں لکھا تھا ''مجھے یقین هے که آپ جیسا باعزت آدمی اس خاص هنڈی کے بارے میں جس پر آج صبح بات چیت ہوئی هے، اشاره بھی کیا منھ سے ایک لفظ نکالنے کی تکلیف نہیں کریگا۔ آپ میرے تعلقات اور حقوق سے اور اس حقیر رقم اور دوسرے حالات سے اچھی طرح واقف هیں۔ بہرحال کہنا یه هے که خاندان کے بہت سے بھید هوتے هیں، ان کا احترام کرنا چاهئے۔ گھریلو سکھ چین وه مقدس چیز هے جس سے صرف *êtres sans coeur کو انکار هو سکتا هے۔ اور کوئی وجه نہیں که میں آپ کو بھی انهیں میں سے ایک سمجھوں۔ (مہربانی سے یه پرچه واپس کردیجئے)۔ ن۔ ا۔ ''

شوبین نے پرچے کے نیچے پنسل سے لکھا ''گھبرائے نہیں۔ میں دوسروں کے پھٹے میں پاؤں نہیں اڑاتا۔ '' اس نے ملازم کو پرچه واپس دیا اور کتاب کی طرف متوجه هوگیا۔ لیکن بہت جلد کتاب اس کے هاتھ سے پھسل گئی۔ اس نے ڈوبتے سورج کی سرخی میں نہائے هوئے آسمان پر ایک نظر ڈالی اور چیڑ کے نئے نویلے

*وه انسان جس کے سینے میں دل نه هو۔

نہیں کہ تم نے سلام علیک بھی نہیں کی۔ لیکن منھ پھیرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کون جانے یہ سب میں دکھوں سے گھبرا کر کررھا ہوں۔ خدا رحم کرے میرے حال پر!،،

شوبین خاموش ہوگیا۔

,,بس؟،، ایلینا نے پوچھا۔

,,بس۔،،

,,میں آپکا مطلب نہیں سمجھی۔ کس چیز کی طرف اشارہ کررہے ہیں آپ؟ ابھی تو آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف نہ دیکھوں۔،،

,,ہاں اور اب میں نے آپکو بتایا کہ کسی کی طرف سے منھ پھیر لینا کتنا برا ہے۔،،

,,کیوں، کیا میں نے — ؟،، ایلینا نے کہنا شروع کیا۔

,,کیوں کیا نہیں کیا؟،،

ایلینا کا چہرہ گلابی ہوگیا۔ اس نے شوبین کی طرف ہاتھ بڑھادیا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

,,آپ نے تو مجھ پر بڑے عجیب سے جذبات کا الزام دھردیا،، ایلینا نے کہا۔ ,,نہیں آپکا شبہہ بالکل بےبنیاد ہے۔ میرے دل میں تو آپکو دور ہٹانے کا خیال کبھی بھی نہیں آیا۔،،

,,اچھا مان لیا، مان لیا! لیکن ایک بات ماننی پڑےگی۔ ٹھیک اس لمحے آپکے ذہن میں ہزاروں خیال چکر لگارہے ہیں، لیکن آپ دل کی ایک بات بھی مجھ سے نہیں کہیں گی۔ کیوں؟ ٹھیک کہا نہ میں نے؟،،

,,شاید!،،

,,لیکن ایسا کیوں ہے؟ کیوں؟،،

,,میرے خیالات خود میرے لئے دھندلے سے ہیں؟،، ایلینا نے کہا۔

,,تب تو کسی کو رازدان بنانا اور زیادہ ضروری ہے۔،، شوبین نے کہا۔ ,,میں بتاتا ہوں آپکو، آپ ایسا کیوں نہیں کرتیں۔ میرے بارے میں بہت بری رائے ہے آپکی۔،،

,,میری؟،،

میں تو آپ کی نظروں میں بچہ ہوں۔ لیکن بچوں سے منھ نہیں پھیرتے لوگ — ذرا دھیان رکھئے گا۔ اچھا خدا حافظ۔ خدا رحم کرے سجھ پر!،،

ایلینا نے چاہا کہ بڑھ کر اسے روک لے لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی اور بولی:

''خدا حافظ۔،،

شوبین احاطے سے نکل گیا۔ استاخوف کے بنگلے سے کچھ دور پر برسینیف اسے ملا۔ وہ سر جھکائے تیز تیز قدموں سے چلا جارہا تھا۔ اسکا ھیٹ پیچھے کو کھسکا ھوا تھا۔

''اندرئی پیترووچ،، شوبین نے پکارا۔

وہ رک گیا۔

''جاؤ۔ جاؤ،، شوبین چلایا۔ ''میں نے یونہی پکار لیا۔ میں تمھیں روک نہیں رہا تھا۔ جاؤ سیدھے باغ میں چلے جاؤ۔ ایلینا وھیں ملےگی تمھیں۔ تمھارا انتظار کررھی ھے شاید، بہرحال کسی نہ کسی کا انتظار ضرور ھے۔ سمجھتے ھو نا اس جملے کی آگ کو: ''اسے انتظار ھے!،، جانتے ھو بھائی کتنی عجیب بات ھے؟ اندازہ لگاؤ دو سال ھوگئے میں اور وہ ایک ھی گھر میں رھتے ھیں، مجھے اس سے محبت ھے، اور صرف اب، اسی لمحہ میں نے اسے دیکھا، ھاں، سمجھ تو نہ سکا صرف دیکھا ھیں۔ میں نے اسے دیکھا اور حیران رہ گیا۔ خدا کے لئے مجھے اس طنز بھری نظر سے نہ دیکھو، تمھارے سنجیدہ بھاری بھرکم سراپا پر ذرا اچھی نہیں جچتیں یہ نظریں۔ اوہ، ھاں میں سمجھتا ھوں، مجھے آننوشکا والی بات یاد دلانا چاھتے ھو تم۔ تو پھر؟ ھاں ھاں میں انکار نہیں کرتا۔ ھم جیسوں کا ٹھکانہ آننوشکاؤں ھی کے سائے میں ھے۔ زندہ باد آننوشکائیں۔ زویائیں اور ھاں زندہباد اوگوستینا خریستیانوونائیں! جاؤ تم ایلینا کے پاس جاؤ اور میں جاتا ھوں — تم سمجھے آننوشکا کے پاس؟ نہیں بھائی، اس سے بدتر جگہ — شہزادہ چیکوراسف کے پاس۔ وہ بھی ھے ایک فن کا سرپرست، کازان تاتار ھے۔ اپنے وقت کا والگین سمجھ لو۔ یہ دعوتنامہ اور یہ دستخط دیکھ رھے ھو: R.S.V.P.*؟

---

*«Répondez s'il vous plaît» — ''جواب کا خواھشمند۔،،

تھا۔ اس نے ایک مسودہ ''دنیا میں روح کی کارروایاں،، تیار کیا تھا۔ اس مقالے میں شیلنگ اور سویدینبورگ کے فلسفے اور عوامی جمہوریت کا نظریہ بہت ھی انوکھے طریقے سے ایک دوسرے میں گڈمڈ ھوگئے تھے۔ برسینیف کی ماں کا انتقال ھونے کے بعد اسکا باپ بچپن ھی میں اسے ماسکو لے آیا۔ اور اسکی تعلیم وتربیت کی دیکھ بھال اپنے ذمے لیلی۔ وہ بڑی لگن سے ھر ھر سبق کی جان توڑ تیاری کرتا مگر کامیابی کا منھ دیکھنا نصیب نہ ھوتا۔ وہ بہت ھی کھویا کھویا سا کتاب کا کیڑہ اور صوفی منش آدمی تھا۔ بڑی بےجان سی آواز میں ھکلا ھکلا کر بات کرتا اور بڑی مبہم اور مرصع زبان بولتا اور عام طور پر مقابلے کرتا جاتا۔ وہ اپنے بیٹے سے بھی شرماتا تھا، حالانکہ اسے بیٹے سے دلی محبت تھی۔ ظاھر ھے ایسے میں بیٹا سبق کے وقت اسے ایک ٹک تکے جاتا اور اسکی تعلیم میں ذرا بھر ترقی نہ ھوتی۔ آخر بوڑھے (اس نے بہت بڑی عمر میں شادی کی تھی اور اب تقریباً پچاس سال کا ھورھا تھا) کی سمجھ میں آگیا کہ اس طرح کام نہیں چلےگا، اور اس نے اندرئی کو بورڈنگ اسکول میں داخل کردیا۔ اندرئی کی تعلیم شروع ھوگئی۔ مگر باپ کی نگرانی سے چھٹکارا نہ مل سکا۔ اسکا باپ برابر آتا جاتا رھتا۔ اس نے اپنے بحث مباحثے اور نصیحتوں سے پرنسپل کا ناک میں دم کردیا۔ دوسرے استاد بھی اس بن بلائے مہمان کو بلائے جان سمجھتے۔ جب دیکھو تب ان کے لئے ایسی ویسی کتابیں لئے چلا آرھا ھے، جنھیں وہ تعلیم کے موضوع پر بہت ھی خشک اور اونچی کتابوں کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اور تو اور اسکول کے لڑکے بھی بڑے میاں کا چیچک زدہ سانولا چہرہ، سوکھا ھوا جسم اور لمبی سی پشت والا بھورا کوٹ دیکھکر گھبرا جاتے۔ انھیں اسکا ذرا بھی اندازہ نہ تھا کہ سارس کی سی چال اور طوطے کی چونچ والے اس بےرنگ اور کھونسٹ، کبھی بھول کر بھی نہ مسکرانے والے بڑھے کے دل میں انھیں دیکھتے ھی محبت اور ھمدردی کا چشمہ اسی طرح ابلنے لگتا ھے جس طرح اپنے بیٹے کو دیکھ کر ابلتا ھے۔ ایک دفعہ اس کے دل میں سمائی کہ ان سے واشنگٹن کے بارے میں کچھ بات کرے۔ ''میرے کم عمر دوستو!،، اس نے کہنا شروع کیا، لیکن یہ کم عمر دوست اس کی عجیب سی آواز

''روسی نہیں ہے؟''
''نہیں۔ ''
''تو پھر ماسکو میں کیوں رہتا ہے؟''
''تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہے۔ جانتی ہیں آپ تعلیم کیوں حاصل کررہا ہے وہ؟ اسکے سامنے صرف ایک مقصد ہے — اپنے وطن کی آزادی۔ بڑی انوکھی زندگی ہے اسکی۔ اسکا باپ ترنوف کا بہت کھاتا پیتا سوداگر تھا۔ آج ترنوو بہت چھوٹا سا شہر ہے لیکن جب بلغاریہ آزاد ملک تھا تو یہ اس کی راجدھانی تھا۔ اسکا باپ صوفیہ میں بیوپار کرتا تھا۔ روس سے بھی ناتہ تھا۔ اینساروف کی سگی پھوپھی آج تک کیئف میں رہتی ہے۔ اس نے تاریخ کے ایک استاد سے شادی کرلی ہے۔ آج سے اٹھارہ سال پہلے یعنی ۱۸۳۵ء میں ایک بہت ہی خوفناک حرکت ہوئی: اینساروف کی ماں اچانک اغوا کرلی گئی۔ ہفتے بھر بعد اسکی لاش ملی، اسکی گردن کاٹ دی گئی تھی۔

ایلینا کانپ اٹھی۔ برسینیف خاموش ہوگیا۔
''کہیئے کہیئے۔'' اس نے کہا۔
لوگوں کا کہنا تھا کہ اسکا اغوا اور قتل ترکی آغا نے کروایا تھا۔ اینساروف کے باپ نے تمام حالات معلوم کئے اور بیوی کا بدلہ لینے کی تاک میں رہنےلگا۔ اس نے آغا کو خنجر سے زخمی تو کردیا مگر اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا۔ اسکو گولی مار دی گئی۔ ''
''گولی مار دی گئی؟ مقدمہ چلائے بغیر؟''
''ہاں۔ اینساروف اس وقت آٹھویں سال میں تھا۔ اس کی دیکھ بھال ہمسایوں نے اپنے ذمے لےلی۔ بہن کو اپنے بھائی کے خاندان کی بدقسمتی کا حال معلوم ہوا تو اس نے درخواست کی کہ اس کے بھتیجے کو اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ اسے اودیسا میں اور اودیسا سے کیئف پہنچا دیا گیا۔ وہ بارہ سال تک کیئف میں رہا۔ اسی لئے تو اتنی اچھی روسی بولتا ہے وہ۔ ''
''روسی بولتا ہے؟''
''بالکل میری اور آپ کی طرح! وہ بیس سال کا ہوا (یعنی ۴۸ میں) تو وطن جانے کی تمنا نے اسے بیتاب کردیا۔ وہ صوفیہ گیا،

تھوڑا بہت سرمایہ اکٹھا کیا تھا، اور پھر اسکی پھپھی اسکی تھوڑی بہت مدد کرتی ھیں، مگر یہ سب ناکافی ھے۔،،

”بڑا زبردست کردار ھوگا اس کا!،، ایلینا نے کہا۔

”ھاں، بلا کا فولادی آدمی ھے۔ مگر ساتھ ھی آپ دیکھیں گی کہ اس تمام غور وفکر اور گمبھیرتا کے باوجود بچوں کا سا خلوص ھے اس میں۔ یہ ٹھیک ھے کہ اسکا کھلاپن اور خلوص ھم لوگوں جیسا خالی خولی خلوص نہیں ھے۔ یہ خلوص ان لوگوں کا سا خلوص نہیں ھے جنکے سینے میں کوئی راز ھی نہ ھو۔ میں اسے یہاں لے آؤں گا تو خود ھی دیکھ لیجئے گا۔،،

”بہت شرمیلا ھے کیا؟،، ایلینا نے پوچھا۔

”نہیں شرمیلا نہیں ھے۔ شرمیلا آدمی تو وہ ھوتا ھے جو ضرورت سے زیادہ حساس ھو!،،

”اور آپ ضرورت سے زیادہ حساس ھیں کیا؟،،

برسینیف نے شرمندہ سا ھوکر اسے دیکھا۔

”آپ نے تو میرے دل میں عجیب تجسس جگا دیا،، ایلینا کہہ رھی ”ھاں یہ تو بتائیے اس نے ترکی آغا سے بدلہ لیا یا نہیں؟،،

برسینیف مسکرایا۔

”یہ تو ناول افسانوں کی باتیں ھیں ایلینا نکولائیونا۔ اور پھر ھو سکتا ھے پچھلے بارہ سال میں آغا مرمرا گیا ھوگا۔،،

”پھر، بھی، اینساروف صاحب نے اس بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کی؟،،

”نہیں۔،،

”وہ صوفیہ کیوں گئے تھے؟،،

”اس کے باپ نے وھاں زندگی بتائی تھی۔،،

ایلینا کھو سی گئی۔

”اپنے وطن کو آزاد کرانا!،، ایلینا نے کہا۔ ”عجیب سحر ھے ان لفظوں میں، کسقدر عظیم ھیں یہ لفظ!،،

ٹھیک اس وقت آننا واسیلیونا کمرے میں آئیں اور ان کی باتیں ادھوری رہ گئیں۔

اس شام گھر جاتے ھوئے برسینیف کو عجیب سا احساس ھوتا رھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اینساروف اور ایلینا کو ایک دوسرے سے

''میری جیب مجھے اس قسم کے کھانے کی اجازت نہیں دیتی جیسا آپ کھاتے ھیں۔ ،، اینساروف نے بڑی اطمینان بھری مسکراھٹ کے ساتھ جواب دیا۔ اس کی مسکراھٹ میں کچھ ایسی بات تھی کہ چون وچرا کی گنجائش ھی نہ رھتی۔ برسینیف نے پھر ایک لفظ بھی منھ سے نہ نکالا۔ کھانے کے بعد اس نے استاخوف گھرانے ۷۱
میں جانیکی تجویز پیش کی، مگر اینساروف نے جواب دیا کہ آج کی شام وہ اپنے ھم وطنوں کے خطوں کے جواب دینے میں بتائےگا۔ اس لئے یہ ملاقات پھر کسی دن کے لئے اٹھا رکھو۔ برسینیف پہلے ھی جانتا تھا کہ اینساروف کوئی بات طے کرلے تو ھرگز نہیں جھکتا اور اب ایک ھی چھپر تلے زندگی بتانے کے بعد اسے پوری طرح اندازہ ھوا کہ اگر ایک طرف اینساروف کبھی کسی وعدے کو پورا کرنے میں کوتاھی نہیں کرتا تو دوسری طرف اسکا فیصلہ اٹل ھوتا ھے۔ برسینیف ایک سیدھا سادھا روسی تھا۔ شروع شروع میں اسے یہ جرمنوں جیسا نپاتلا انداز بےکار سا معلوم ھوا بلکہ ایک حدتک پاگل پن لگا، لیکن بہت جلد اسے اس کی عادت پڑگئی اور اگر وہ اسے قابل تقلید نہیں تو بہت اچھی عادت تو ضرور سمجھنے لگا۔

اگلے دن اینساروف صبح چار بجے اٹھا، کونتسووہ کے قریب قریب ھر کونے کا چکر لگانے کے بعد دریا میں نہایا اور ایک گلاس ٹھنڈا دودھ پینے کے بعد کام میں جٹ گیا۔ اس کے سر پر بہت سے کام تھے: وہ روسی تاریخ، قانون اور سیاسی معیشت کا مطالعہ کررھا تھا۔ ساتھ ھی بلغاریائی گیتوں اور مضامین کا ترجمہ کرنے، مشرق قریب کے مسائل پر کام کرنے، اور بلغاروں کیلئے روسی قواعد اور روسیوں کیلئے بلغاریائی قواعد تیار کرنیکا کام بھی سنبھال رکھا تھا۔ برسینیف فائرباخ کے متعلق باتچیت کرنیکے لئے تھوڑی دیر کو اس کے کمرے میں چلا آیا۔ اینساروف نے بڑے غور سے اسکی باتیں سنیں، اس کے گنے چنے مگر نپےتلے جملوں سے ظاھر تھا کہ وہ ابھی تک کچھ طے نہیں کرسکا ھے کہ فائرباخ کا مطالعہ کرنا ضروری ھے یا اس کے بغیر ھی کام چل جائیگا۔ اور پھر برسینیف اینساروف کے کام پر بات کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ مجھے بھی کوئی چیز دکھائیے۔ اینساروف نے دو تین بلغاریائی

”تو پھر ہاتھ ملائیے۔ ہمارا آپکا تعارف ہوگیا۔ نجانے برسینیف نے آپ سے کبھی میرا ذکر کیا یا نہیں، مجھے تو آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ تو آپ یہاں آگئے؟ بہت خوب! میرے اس طرح گھورنے پر خفا نہ ہوئیے۔ میں پیشہ‌ور سنگ‌تراش ہوں، مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ بہت جلد مجھے آپ سے آپکے سر کا مجسمہ بنانے کی اجازت لینی پڑیگی۔“ ۷۳

”میرا سر حاضر ہے“ اینساروف نے جواب دیا۔

”تو آج کیا کررہے ہیں ہم؟“ شوبین نے پوچھا۔ اور ٹانگیں پھیلا کر ایک نیچی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ زانوؤں پر دھرے ہوئے تھے۔ ”اندرئی پیتروویچ، کہئے حضور نے آج کے لئے کوئی پروگرام تیار کیا یا نہیں؟ آج موسم لاجواب ہے۔ ہوا میں گھاس پھوس اور خشک اسٹابری کی بو بسی ہوئی ہے، گویا... گویا ارغوانی چائے پی جارہی ہو۔ آج تو ضرور کوئی زوردار حرکت کرنی چاہئے۔ آؤ کونتسووہ کے اس نئے باسی کو یہاں کی بیکراں سندرتا سے ملوائیں۔ (”اف یہ پھک رہا ہے“ برسینیف نے دل ہی دل میں سوچا) ”اے میرے دوست، ہوراتسیو، بولتے کیوں نہیں کچھ؟ چلو، اٹھو اپنے پیغمبرانہ منہ سے کچھ تو پھوٹو۔ کچھ رنگ رلیاں منائیں گے یا نہیں؟“

”میں اینساروف کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا“ برسینیف نے کہا۔ میرے خیال میں وہ کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔“

شوبین نے کرسی کا رخ موڑا۔

”کام کرنا چاہتے ہیں آپ؟“ اس نے ناک سے آواز نکالتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں“ اس نے جواب دیا ”آج کا دن میں سیروتفریح کی نذر کرسکتا ہوں۔“

”اوہ“ شوبین نے کہا ”بہت خوب، اندرئی پیتروویچ یار جاؤ اپنے بدھی‌مان سر پر ٹوپی جماؤ اور ناک کی سیدھ میں چل پڑو، اور ناکیں جوان ہیں اور ہمیں ٹھیک جگہہ پہنچادیں گی۔ مجھے ایک سنسان وحشی سے چائے خانے کا پتہ معلوم ہے۔ وہاں ہمیں بہت ہی گھٹیا قسم کا کھانا ملے گا، مگر پھر بھی زوردار رہے گا۔ آئیے چلیں۔“

شراب پیش کی، بہرحال شوبین کی پیشن گوئی ٹھیک ھی تھی، ان سب چیزوں نے ان کی سیر کا لطف کسی طرح کم نہیں کیا۔ رنگ‌رلیوں میں شوبین کی آواز سب سے اونچی تھی، مگر دل سب سے زیادہ اداس تھا۔ اس نے ''سمجھ میں نہ آنےوالا،، پر عظیم وینیلین* کا جام صحت پیا، بلغاریہ کے بادشاہ کروم، هرووم یا هروم کا جام صحت پیا جس نے بقول شوبین کے ''آدم کے زمانے میں حکومت کی تھی۔،،

''نویں صدی میں،، اینساروف نے اسکی تصحیح کی۔

''نویں صدی میں؟،، شوبین نے پوچھا ''واہ رے خوش قسمتی!،،

برسینیف دیکھ رہا تھا، کہ ان تمام چٹکلوں، مذاقوں اور حرکتوں کے درمیان، شوبین برابر اینساروف کا جائزہ لیتا رہا اور دل ھی دل میں الجھتا رہا ھے، اور دوسری طرف اینساروف بالکل مطمئن اور پرسکون تھا۔

آخرکار انھوں نے گھر واپس آکر کپڑے تبدیل کئے اور سیروتفریح کے اس پروگرام کے انجام تک پہنچانے کیلئے انھوں نے طے کیا کہ شام استاخوف خاندان میں گزاریں۔ شوبین ان کی آمد کی اطلاع کرنے گھر چلدیا۔

(۱۲)

''هیرو اینساروف پل بھر میں یہاں پہنچ جائیگا!،، استاخوف گھرانے کے ڈرائنگ روم میں داخل ھوتے ھی شوبین نے اعلان کیا۔ اس وقت کمرے میں ایلینا اور زویا کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

**«Wer?» زویا نے جرمن میں پوچھا۔ زویا جب کبھی چونکتی تو اپنی مادری زبان میں بولنے لگتی۔ ایلینا سیدھی ھوکر بیٹھ گئی۔ شوبین نے بڑی معنی خیز مسکراھٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ جھنجھلائی تو بہت مگر خاموش ھوگئی۔

---

*وینیلین یوری ایوانووچ (۱۸۳۹ء — ۱۸۰۲ء) — بلغاریائی سائنس‌داں اور قومی‌آزادی کی تحریک میں نمایاں کردار ادا کرنےوالا۔

** کون؟

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ آننا واسیلےونا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور بات چیت کا رخ دیہاتی زندگی سے ہٹ کر بنگلے کی زندگی کی طرف مڑ گیا، سو فیصدی بنگلے کی۔ طرح طرح کے موزوعات پر باتیں ہورہی تھیں۔ مگر ہر دوتین منٹ بعد باتوں کا دھارا رک رک جاتا اور بڑی تکلیف دہ خاموشی چھاجاتی۔ خاموشی کے ایسے ہی ایک لمحے میں آننا واسیلےونا زویا کی طرف مڑیں۔ شوبین نے فوراً بھانپ کر منھ بنایا۔ زویا پیانو لے بیٹھی، اس نے اپنے تمام چھوٹے موٹے گیت گائے اور اپنی ساری مخصوص دھنیں بجا ڈالیں۔ اووار ایوانووچ اندر داخل ہوا مگر انگلیاں مروڑتا ہوا واپس چلا گیا۔ مہمانوں کو چائے پیش کی گئی اور پھر وہ سب باغ میں چہل قدمی کرنے نکل گئے...

رات کا اندھیرا پھیلا اور مہمان رخصت ہوگئے۔

اینساروف کی شخصیت نے ایلینا پر جو اثر ڈالا وہ اتنا گہرا نہ تھا جتنا کہ اسے امید تھی، یا یوں کہہ لیجئے کہ اسے جس اثر کی امید تھی یہ اثر اس سے کچھ مختلف تھا۔ ایلینا کو اسکی صاف گوئی اور سادگی بہت بھلی لگی، اسے اینساروف کا چہرہ بھی بڑا دلفریب لگا مگر پھر بھی اینساروف کا سراپا، اسکا سکون، اسکی مستقل مزاج اور اسکی سادہ شخصیت میں اور اس تصویر میں بڑا فرق تھا جو ایلینا نے برسینیف کی باتیں سن سن کر اپنے ذہن میں بنائی تھی۔ وہ انجانے طور پر کسی بہت ہی ''مقناطیسی،، شے کی منتظر تھی۔ ''مگر،، اس نے سوچا ''آج تو اس نے بات ہی بہت کم کی۔ قصور میرا اپنا ہے۔ میں نے اس سے باتیں کیں ہی نہیں۔ خیر اگلی دفعہ دیکھیں گے۔ اسکی آنکھیں واقعی بہت پر اثر، بڑی روشن آنکھیں ہیں۔،، وہ اینساروف کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کو تیار نہیں ہے مگر دوستی کا ہاتھ ضرور بڑھا سکتی ہے۔ وہ دل ہی دل میں جھنجھلا اٹھی، کیوں کہ اینساروف جیسی ہستیوں، ''سورماؤں،، کے بارے میں اس کے ذہن میں کچھ اور ہی تصویر تھی۔ ''سورما،، لفظ پر اسے شوبین یاد آگیا۔ اور بستر میں لیٹے لیٹے غصے سے اس کے گال تمتما اٹھے۔

''کہئے نئے ملاقاتی پسند آئے؟،، واپسی پر برسینیف نے اینساروف سے پوچھا۔

سے نفرت ہے کیونکہ میں فنکار ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے۔ پیال کی طرح خشک ہے مگر ہمیں تھمیں پیس کر پھینک دیگا۔ وہ اپنے ملک کے بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے ہمارے خالی خولی ڈھولوں کی طرح نہیں ہے جو عوام سے ایک خالی پیالے کی طرح زندگی کی بھیک مانگیں۔ اور اسی لئے اس کا کام آسان ہے۔ اسکی تہہ تک پہنچنا سہل ہے۔ انھیں کرنا ہی کیا ہے، ترکوں کو نکال پھینکنا اور بس — چٹکی بجاتے میں ہوجائے! مگر شکر ہے خدا کا عورتوں کو یہ باتیں متاثر نہیں کرتیں۔ وہ من کو لبھاتا نہیں، اس میں وہ اپنی تمھاری سی دلکشی کہاں!،،

''یہ مجھے کہاں سے گھسیٹ لیا تم نے؟،، برسینیف بڑبڑایا۔ ''اور ویسے بھی تمھارا خیال ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تو تم سے ذرا بھی نفرت نہیں کرتا۔ اور جہاں تک بےتکلفی کا سوال ہے، تو اپنے ہم‌وطن سے بہت بے تکلفی ہے اسکی — مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔،،

''خیر یہ بات دوسری ہے! ان کی نظر میں تو سورما ہیں صاحب زادے۔ صاف بات یہ ہے کہ میری نظر میں کچھ اور ہی تصویر ہے سورما کی۔ سورما کو بات چیت کا گر جاننے کی ضرورت نہیں ہے ہاں سانڈ کی طرح ڈکرانے میں استاد ہو۔ ایک دفعہ اکڑ کر سینگ مارے تو دیوار کی دیوار نیچے آجائے اور سینگ کیوں مارتا ہے، یہ جاننے کی اسے ضرورت نہیں، بس مارے جائے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ آج کل کے زمانے میں اور ہی قسم کے سورماؤں کی ضرورت ہو!،،

''تمھارے سر پر اینساروف کا بھوت کیوں سوار ہے؟،، برسینیف نے پوچھا۔ ''یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تم بس اسکا سراپا بیان کرنے یوں بھاگے چلے آتے ہوں؟،،

''بس آگیا،، شوبین نے کہا۔ ''گھر میں دم گھٹا جارہا تھا۔،،

''ارے، ارے! اب پھر آنسو بہانے کا ارادہ ہے کیا؟،،

''ہنس لو، خوب ہنس لو۔ میں اس لئے یہاں آیا ہوں کہ میں اپنی بوٹی بوٹی نوچ ڈالوں۔ میں تباہ ہورہا ہوں، حسدکی آگ میں جل رہا ہوں، میں پاگل ہوجاؤں گا۔،،

همیشه بڑی جاندار اور دلچسپ ہوتیں۔ پھر بھی وہ گھر جاتے ہوئے اکثر اداس نظر آتا۔ شوبین بھولے بھٹکے ہی کبھی نظر آ جاتا۔ آج کل اس کے سر پر فن کا بھوت سوار تھا یا تو کمرے میں بند رہتا، نکلتا تو دھبےدار ڈھیلا ڈھالا کرتا زیب‌تن اور سر سے پاؤں تک مٹی گارے میں لیپا ہوا۔ یا ماسکو اسٹوڈیو چلا جاتا جہاں اطالوی سنگ تراشوں، فن لکھانےوالوں، دوستوں اور ماڈل لڑکیوں کا مجمع لگا رہتا۔ ایلینا کو ایک دفعہ بھی اینساروف سے بات کھل کر کرنے کا موقع نہ ملا۔ وہ نہ ہوتا تو طرح طرح کے سوال سوچ کر رکھتی، یہ پوچھےگی وہ پوچھیگی، مگر وہ آتا تو اپنی اس تیاری پر کھسیا کر رہ جاتی۔ اینساروف کا یہ سکون اور اطمینان دیکھ کر وہ گھبرا جاتی۔ اسے ایسا لگتا کہ اس آدمی کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔ اور وہ سوچتی کہ اسے ابھی اور انتظار کرنا چاہئے۔ وہ جب کبھی آتا، ایلینا سے مشکل سے دو چار باتیں ہوتیں، مگر اس سب کے باوجود ایلینا کو ایسا لگتا کہ ہر ملاقات کے بعد وہ اس کی طرف زیادہ سے زیادہ کھینچتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن اسے تنہائی میں اینساروف سے ملنے کا موقع ہی نہ ملتا۔ آدمی کو اچھی طرح سمجھنے اور پرکھنے کے لئے کم سے کم ایک دفعہ تو تنہائی میں بات کرنی ہی چاہئے۔ وہ گھنٹوں گھنٹوں برسینیف سے اینساروف کی باتیں کرتی رہتی، برسینیف سمجھ رہا تھا کہ اینساروف اس کے روح و دل پر چھاتا جا رہا ہے۔ وہ خوش تھا کہ شوبین کی پیش گوئی کے برخلاف اس کا دوست بازی ہار نہیں رہا۔ وہ اینساروف کے بارے میں جو کچھ جانتا تھا بڑے جوش اور تفصیل سے بیان کرتا (کسی کے دل میں گھر کرنے کی خاطر آدمی اکثر اپنے دوستوں کی خوب بڑھا چڑھا کر تعریفیں کرتا ہے اور اسے اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ اس طرح وہ خود اپنے آپ کو بڑھا رہا ہے)۔ لیکن کبھی کبھی جب ایلینا کے زرد رخسار ہلکے گلابی ہو جاتے، اس کی آنکھیں کھل جاتیں اور ان میں ایک چمک پیدا ہو جاتی تو برسینیف کے دل پردہ تکلیف‌دہ اداسی چھا جاتی جس نے پہلے بھی ایک دفعہ اس پر حملہ کیا تھا۔

تر تھے - اور چہروں سے بہت معمولی لگ رہے تھے — نہ دستکار معلوم ہوتے تھے، نہ اچھے گھرانوں کے لوگ - خدا جانے کون تھے دونوں - ''

''اور اینساروف ان کے ساتھ ہی چلے گئے؟''

''ہاں - انھیں کھانا کھلایا اور پھر ساتھ ہی نکل گئے - مالکۂ مکان نے مجھے بتایا کہ ان دونوں نے مل کر دلئے کی یہ بڑی پتیلی خالی کر دی - اس نے بتایا کہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور سب کھا گئے - ''

ایلینا دھیرے سے مسکرائی -

''آپ دیکھ لیجئیگا''، اس نے کہا - ''کچھ بہت ہی غیرشاعرانہ سا انجام ہوگا اس کا - ''

''کاش ایسا ہی ہو - لیکن اگر آپ یہ لفظ استعمال نہ کرتیں تو اچھا تھا - اینساروف بالکل غیرشاعرانہ نہیں ہے - شوبین بھلے ہی کہتا رہے...''

''شوبین!'' ایلینا نے کندھے جھٹکتے ہوئے اسے ٹوکا - ''مگر یہ تو ماننا پڑیگا کہ دلئے پر جھپٹتے ہوئے وہ دونوں حضرات...''

''سلامس کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے فیمیستوکلس* نے بھی کھایا تھا - '' برسینیف نے مسکرا کر کہا -

''ٹھیک ہے - پر اگلے دن لڑائی تو ہوئی تھی - خیر بہرحال وہ واپس آ جائیں تو مجھے خبر کر دیجئیگا - '' اس نے یہ کہکر بات چیت کا رخ بدلنے کی کوشش کی مگر کچھ بات نہ بنی -

زویا آئی اور دبے پاؤں ادھر سے ادھر گھومنے لگی - وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ آننا واسیلیونا ابھی تک سو رہی ہیں - برسینیف چلا گیا -

شام ہوتے ایلینا کو اس کا پرچہ ملا -

پرچے میں لکھا ہوا تھا: ''وہ واپس آ گیا ہے، دھوپ میں سنولایا ہوا اور سر سے پاؤں تک گرد میں اٹا ہوا - مگر میں اس

---

*فیمیستوکلس (۶ — ۵ و - م) — یونانی سپہ‌سالار - یونانی ایرانی لڑائیوں کے عہد میں سلامس کی لڑائی (سلامس کے جزیرے پر) میں یونانیوں کی جیت ہوئی -

۸۵ اینساروف نے کنکھیوں سے اسے دیکھا، مسکرایا اور اپنی ٹوپی سے کھیلنے لگا۔ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھیں بڑی تیزی سے جھینکنے لگیں اور ہونٹ لٹک آئے، جس سے اس کے چہرے میں بڑی خوش اخلاقی پیدا ہو گئی۔

''اندرئی پیترووچ نے غالباً آپ سے یہ بھی کہا ہوگا کہ میں کچھ عجیب قسم کے دو حضرات کے ساتھ گیا ہوں۔'' اس نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

ایلینا کچھ گھبرا سی گئی، مگر اسے ایسا لگا کہ اینساروف کے سامنے سچ بولنا ضروری ہے۔

''ھاں'' اس نے بڑے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اور پھر آپ نے میرے بارے میں کیا سوچا؟'' اس نے اچانک پوچھ لیا۔

ایلینا نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں نے سوچا...'' ایلینا نے جواب دیا ''میں نے سوچا کہ آپ اپنا اچھا برا خوب سمجھتے ھیں، آپ کبھی کوئی غلط کام کر ھی نہیں سکتے۔''

''شکریہ آپ کا بہت بہت۔ ہوں تو ایلینا نکولائیونا آپ جانتی ھیں نا'' اس نے ایلینا کے قریب کھسکتے ہوئے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''ھمارا ایک چھوٹا سا ''گھرانہ'' ھے۔ ھم میں سے بعض کی تعلیم بہت کم ھے، لیکن ھم سب ایک مقصد کے لئے جیتے ھیں۔ بدقسمتی سے ھمارے درمیان لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ھی رھتے ھیں۔ اور چونکہ ھمارے سب ساتھی مجھے جانتے ھیں، مجھ پر بھروسہ کرتے ھیں، اس لئے مجھے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ چنانچہ میں گیا۔''

''کہیں دور گئے تھے؟''

''یہاں سے تقریباً ساٹھ ورسٹ دور ترویتسکی پوساد گیا تھا۔ وھاں خانقاہ میں ھمارے بھی کچھ ساتھی رھتے ھیں۔ بہرحال محنت اکارت نہیں گئی۔ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔''

''کیا آپ کو بہت مشکل ہوئی؟''

''ضرور،، اینساروف نے ھنس کر کہا۔

''ھاں ایک بات بتا دوں، میں بڑی متجسس سی ھوں۔،،

''کوئی بات نہیں، آپ کہئے کہئے۔،،

''میں نے اندرئی پیتروِوچ سے آپ کی زندگی کی کہانی، آپ کی جوانی کی داستان کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ھے۔ مجھے ایک خاص واقعہ کا، بڑے بھیانک واقعے کا علم بھی ھے۔ میں یہ بھی جانتی ھوں کہ اس کے بعد آپ اپنے وطن گئے تھے... خدا کے لئے اگر آپ کو میرا سوال بےتکا معلوم ھو تو جواب نہ دیجئے۔ لیکن یہ سوال برابر مجھے ستاتا رھتا ھے۔ یہ بتائیے اس شخص کی اور آپ کی کبھی مٹ بھیڑ ھوئی یا نہیں...،،

ایلینا ھانپنے لگی۔ وہ اپنی حماقت پر حیران بھی تھی اور شرمندہ بھی۔ اینساروف اسے تک رھا تھا۔ اس کی آنکھیں ھلکی سی بھینچی ھوئی تھیں اور انگلیاں ٹھوڑی کو سہلا رھی تھیں۔

''ایلینا نکولائیونا،، آخر اس نے بولنا شروع کیا۔ اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ ایلینا گھبرا گئی۔ ''میں جانتا ھوں آپ کس شخص کی طرف اشارہ کر رھی ھیں۔ نہیں، خدا کا شکر ھے میرا اس کا آمنا سامنا نہیں ھوا۔ مجھے اس کی تلاش نہ تھی۔ ایسا نہیں ھے کہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس کا کوئی حق نہیں ھے کہ اسے ختم کر دوں — میں بڑے سکون دل کے ساتھ اسے ختم کر سکتا تھا — لیکن عوام کے انتقام کا سوال آ جائے تو ذاتی انتقام کی کوئی جگہ نہیں رھتی۔ انتقام کا لفظ کچھ مناسب نہیں ھے۔ میرا مطلب ھے جب عوام کی آزادی کا سوال ھو۔ ایک سے دوسرے میں رکاوٹ پڑ سکتی ھے۔ اس کا وقت بھی آئیگا۔ ضرور آئیگا۔،، اس نے کہا اور سر ھلایا۔

ایلینا نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''آپ کو اپنے وطن سے بہت لگاؤ ھے کیا؟،، اس نے دھیرے سے پوچھا۔

''یہ تو دیکھنا ھے ابھی،، اس نے کہا۔ ''جب ھم میں سے کوئی وطن کے لئے اپنی جان قربان کر دیگا تو اس کے لئے یہ کہنا ٹھیک ھوگا کہ اسے وطن سے پیار تھا۔،،

اپنے وطن سے بہت پیار ہے کیا؟ تو پھر زندگی میں اور کس چیز سے پیار کیا جائے ـ اور ایسی کیا چیز ہے جو اس کی طرح انمول ہو، جس کے بارے میں کوئی کسی قسم کا شبہ تو ہے ہی نہیں اس کے علاوہ کیا شے ہے جس پر خدا کے بعد ایمان لایا جا سکے؟ اور جب وطن کو ہماری ضرورت ہو... یقین جانیئے : بلغاریہ کے چھوٹے سے چھوٹے کسان کو، بدحال سے بدحال بھکاری کو اور مجھے، سب کو ایک ہی چیز کی آشا ہے ـ ہم سب کی منزل، ہمارا آدرش ایک ہی ہے ـ ذرا سوچئے اس خیال سے ہمیں کتنی ڈھارس ہوتی ہے، کتنی طاقت آتی ہے دل میں!،،

اینساروف لمحے بھر خاموش رہا اور پھر دوبارہ بلغاریہ کا ذکر کرنے لگا ـ ایلینا اداس اداس اور کھوئی کھوئی سی بڑی محویت سے اس کی باتیں سنتی رہی ـ اس نے بات ختم کی تو ایلینا نے دوبارہ پوچھا :

,,تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو روس میں نہیں روک سکتی؟،،

وہ چلا گیا اور ایلینا بڑی دیر تک اسے جاتے دیکھتی رہی ـ آج سے وہ اس کے لئے ایک نیا انسان تھا ـ اس وقت اس نے جس شخص کو رخصت کیا یہ وہ نہ تھا جس کا دو گھنٹے پہلے اس نے سواگت کیا تھا ـ

اس دن سے وہ اکثر آنے جانے لگا ـ برسینیف کے آنے میں روز بروز کمی آتی چلی گئی ـ ایک عجیب سا احساس چور دروازے سے گھسا اور دونوں دوستوں کے درمیان دیوار بن گیا ـ ان دونوں کو اس کا احساس تھا ـ مگر وہ زبان پر بات لا نہ سکے ـ وہ اس بارے میں کچھ کہتے گھبراتے رہے ـ اس طرح ایک ماہ بیت گیا ـ

(۱۰)

جیسا کہ آپ جانتے ہیں آننا واسیلےونا بڑی گھر گھسنی خاتون تھی لیکن کبھی کبھی اچانک اسے دورہ سا پڑتا اور وہ کسی غیرمعمولی، کسی نئی اور انوکھی *partie de plaisir کے لئے بے تاب

---

*سیر و تفریح ـ

چلو پھر میں چلتا ہوں۔ ،، مگر کون تھا جو یہ ثابت کر سکتا۔ آننا واسیلےونا کو کوئی معقول ساتھی نہ مل سکا اور partie de plaisir کا خیال چھوڑنے ہی والی تھی کہ اووار ایوانووچ یاد آیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا! اس نے جھنجھلا کر اووار ایوانووچ کو بلوا بھیجا۔ ان کو جگایا گیا اور وہ نیچے آئے۔ انھوں نے خاموشی سے انگلیاں مروڑتے ہوئے آننا واسیلےونا کی تجویز سنی اور یہ دیکھ کر سب ہی حیران ہو گئے کہ وہ چلنے کو تیار تھے۔ آننا واسیلیونا نے بڑے پیار سے ان کا گال چوم لیا۔ نکولائی آرتیمئےوچ بڑی حقارت سے مسکرایا اور بولا «Quelle bourde!»* (موقع ملتے ہی وہ طرح دار فرانسیسی جملے کہنے سے کبھی نہ چوکتا) — سامان اور آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی گاڑی اور فٹن اگلے دن صبح سات بجے استاخوف بنگلے کے احاطے سے نکلیں۔ خواتین، ملازم اور برسینیف فٹن میں تھے۔ اینساروف کوچ بکس پر بیٹھا تھا۔ اووار ایوانووچ اور شوبین گاڑی میں تھے۔ اووار ایوانووچ نے خود ہی اشارے سے شوبین کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ شوبین زاریتسینو تک برابر ان کو چھیڑتا رہیگا، لیکن ”کالی مٹی کی طاقت،، اور جوان فنکار کے درمیان صاف گوئی! اور ایک ایسی ہی زنجیر تھی جو دونوں کو جوڑے رکھتی۔ لیکن اس دفعہ شوبین نے اپنے موٹے دوست کو ذرا بھی تنگ نہ کیا۔ وہ نیکی کے دموں میں تھا، خاموش اور کھویا کھویا سا بیٹھا رہا۔

دونوں گاڑیاں زاریتسینو کے قلعے کے قریب پہنچیں تو نیلگوں آسمان پر سورج چڑھ آیا تھا۔ قلعہ آج تک نامکمل پڑا اور روشن دو پہر میں بھی وہاں اندھیرا تھا اور وہ بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔ لوگ گاڑیوں سے نکل کر گھاس کے میدان میں اترے اور فوراً ہی باغ کی طرف چلدئے۔ ایلینا، زویا اور اینساروف آگے آگے تھے۔ آننا واسیلےونا اووار ایوانووچ کا سہارا لئے ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اووار ایوانووچ ہانپ رہے تھے اور لڑکھڑا رہے تھے۔ چٹائی کا نیا ہیٹ ان کی

---

* کیا بےہودگی ہے!

کہ آپ کی زبان میں لالہ، شاہ بلوط، ماپل اور لائم کو کیا کہتے ہیں... (''بلغاریہ!،، دکھیا اندرئی پیتروووچ نے سوچا ـ)

اچانک آگے سے چیخ سنائی دی، ہر ایک نظر اٹھاکر ادھر دیکھنے لگا ـ شوبین کا سگار کا ڈبہ ہوا میں اڑتا ہوا جھاڑیوں میں جا گرا ـ پھینکنے والا ہاتھ زویا کا تھا ـ ''ٹھیرئیے تو سہی اس کا بدلہ لیکر رہونگا!،، وہ چلایا اور جھاڑیوں میں راستہ بناتا ہوا اپنا ڈبہ اٹھاکر پھر زویا کے پاس پہنچ گیا ـ لیکن ابھی وہاں تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس کا سگار کا ڈبہ پھر پگڈنڈی پر اڑتا نظر آیا ـ یہ تماشہ چار پانچ دفعہ دکھایا گیا ـ وہ ہنستا رہا اور طرح طرح کی دھمکیاں دیتا رہا اور زویا مکاری سے مسکراتی اور کھی کھی کرتی رہی ـ آخرکار اس نے زویا کی انگلیاں پکڑ لیں اور انھیں اتنی زور سے مروڑا کہ وہ چیخ اٹھی اور بڑی دیر تک بناوٹی غصے سے انھیں پھونکتی اور سہلاتی رہی ـ شوبین اس کے کان میں نجانے کیا گنگناتا رہا ـ

''شیطان لڑکے لڑکیاں ـ ،، آننا واسیلےونا نے ہنس کر اووار ایوانووچ سے کہا ـ اور وہ اپنی انگلیاں مروڑتا رہے ـ

''زویا نکیتیشنا کے بارے میں کیا خیال ہے؟،، برسینیف نے ایلینا سے پوچھا ـ

''اور شوبین؟،، اس نے جواب میں کہا ـ

اور پھر یہ محفل گھومتی پھرتی ایک میلوویدووا نامی کنج میں پہنچی اور وہاں سے زاری‌تسینو کے تالابوں کا نظارہ کرنے لگی ـ تالابوں کا یہ سلسلہ کئی ورسٹ تک پھیلا ہوا تھا ـ ان کے اس پار دور دور تک سیاہ جنگل سرسرا رہے تھے ـ پہاڑ کے دامن سے لیکر بڑے تالاب تک پھیلی ہوئی ہری بھری دوب نے پانی کو بڑے انوکھے زمردیں رنگ میں رنگ دیا تھا ـ پانی میں نہ کہیں اتار چڑھاؤ تھا، نہ لہریں تھیں ـ کنارے تک خاموش تھے ـ اس کی خاموش سطح پر کوئی ہلکا سا ہلکورا بھی نہ تھا ـ تالاب کیا تھا پگھلے ہوئے شیشے کا بڑا سا دیگ تھا جس میں شیشہ جم گیا ہو، آسمان اس کی تہہ میں آن چھپا تھا اور خم در خم درخت دم سادھے اس کی نتھری ہوئی گہرائیوں میں جھانک رہے تھے ـ سب لوگ بڑی دیر خاموش کھڑے اس منظر کو سراہتے رہے ـ

پانی میں نہائے ہوئے چپو پروں کی طرح ہوا میں ابھرے اور پانی کی بوندیں پانی کی سطح پر گر گر کر نغمہ پیدا کرنے لگیں۔ کشتی تیرتی ہوئی تھوڑی دور تک گئی اور پھر رک کر راج هنس کی طرح هلکے هلکورے کھانے لگی۔ زویا نے بن بن کر انکار کرنا چاها لیکن آننا واسیلےونا نے محبت بھرے لہجے میں کہا: «Allons!»* اور زویا نے هیٹ اتارتے ہوئے تان چھیڑ دی:

«O lac! L'année à peine a fini sa carrière...»**

اس کی باریک مگر نکھری ہوئی آواز تلیا کی شفاف سطح پر تیرتی چلی گئی۔ گیت کا هرهر بول دور دور تک جنگلوں میں گونج اٹھا۔ جیسے وهاں بھی کوئی بڑی نکھری ہوئی بڑی پراسرار مگر غیرانسانی سی آواز میں گا رها هو، ایسی آواز میں جو اس دنیا کی آواز نه هو۔ زویا نے گیت ختم کیا تو کنارے پر کے ایک کنج سے واہ واہ کی آوازیں گونج اٹھیں اور کچھ لال منھ والے جرمن کنج سے نکل کر کشتی کی طرف بھاگے۔ وہ بدمستی اور شراب نوشی کرتے زاریتسینو آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی ایک فراک کوٹوں، ٹائیوں اور صدریوں کی قید سے آزاد هو چکے تھے۔ انھوں نے اس قدر وحشیانه آواز میں چیخ چیخ کر مکرر کے نعرے لگانے شروع کئے که آننا واسیلیونا نے حکم دیا که کشتی جلد از جلد تالاب کے دوسرے کنارے لے چلو۔ کشتی کنارے پر لگی بھی نه تھی که اوّوار ایوانووچ نے ایک دفعه پھر سب کو چونکا دیا۔ انھوں نے دیکھ لیا تھا که جنگل کے ایک خاص حصے میں هر آواز عجیب و غریب طرح سے گونجنے لگتی هے چنانچه اچانک وہ کوئیل کی طرح کوکنے لگے۔ هر ایک چونک پڑا، مگر پھر سب لوگ خوب دل کھول کر هنسے اور داد دینے لگے۔ اوّوار ایوانووچ واقعی بڑی اچھی طرح کوک رہے تھے اس همت افزائی سے وہ اور بھی جوش میں آ کر میاؤں میاؤں کرنے لگے مگر اس دفعه زیادہ کامیابی نه هو سکی۔ اس لئے انھوں نے پھر سے کوئیل کی آواز نکالی اور سب پر ایک تیز نظر ڈال کر خاموش

---

*هیں، یه کیا۔

**اے جھیل! ابھی تو سال ختم نہیں ہوا...

دیا - محفل برخواست ہو گئی اور وہ سب اس قلعے کی طرف چل پڑے جہاں ان کی گاڑیاں کھڑی تھیں - تلیاؤں کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ رکے اور آخری بار زاری‌تسینو کے حسن کو سراہنے لگے - ڈوبتے سورج کی شفق رنگ کرنوں نے جنگل میں آگ لگا رکھی تھی - آسمان گلنار ہو رہا تھا - ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے چپکے سے اٹھے اور دھنک کے رنگوں میں نہاتی ہوئی پتیوں کو گدگدانے لگے - دور تک پھیلے ہوئے پانی کی سطح پر پگھلا ہوا سونا چمک رہا تھا - درختوں کے گہرے سبز پس منظر میں باغ میں بکھری ہوئی برساتیاں اور ننھے ننھے سرخ مینار اور زیادہ اجاگر ہو گئے - ''رخصت اے زاری‌تسینو، رخصت - آج کی سیر ہم کبھی نہ بھلا سکینگے!،، آننا واسیلےونا نے زیرلب کہا - اور ٹھیک اس وقت گویا اس کی بات کی لاج رکھنے کے لئے ایک عجیب سی بات ہوئی جسے بھلانا واقعی مشکل تھا -

آننا واسیلےونا نے زاری‌تسینو کو الوداع کہا بھی نہ تھا کہ تھوڑی دور پر بنفشہ کی اونچی جھاڑیوں کے پیچھے عجیب عجیب آوازوں، طوفانی قہقہوں اور بھیانک چیخوں کا طوفان سا اٹھا اور بدمست شرابیوں کا جھنڈ کا جھنڈ پگڈنڈی پر کود پڑا - یہ وہی تھے، رقص و موسیقی کے دیوانے جنھوں نے اس قدر جوش و خروش سے زویا کی داد دی تھی - یار لوگ ذرا زیادہ ھی چڑھا گئے تھے - وہ خواتین کو دیکھ کر رک گئے - مگر بیل کی سی گردن والا ایک دیوھیکل درندہ جس کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں آگے بڑھا اور ڈگمگاتے قدموں سے ٹکراتا ہوا خوفزدہ آننا واسیلےونا کی طرف بڑھنے لگا -

''آداب عرض ھے مادام،، اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا - ''مزاج شریف؟،،

آننا واسیلےونا گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی -

''آخر یہ انکار کیوں،، دیو ٹوٹی پھوٹی روسی میں بکتا رہا ''ھماری ٹولی شاباش اور مکرر کے نعرے لگائے اور تم گانے سے انکار کرو؟،،

''بالکل ٹھیک، انکار کیوں؟،، ٹولی نے ھاں میں ھاں ملائی -

«Ih! der Sakramenter!» * شراب کے نشے میں چڑکر ایک جرمن نے کھی کھی کرتے ہوئے کہا۔

زویا نے اینساروف کا ہاتھ پکڑ لیا، لیکن اس نے ہاتھ چھڑالیا اور اس دیوھیکل بدمعاش کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

''مہربانی سے فوراً یہاں سے چلے جائیے!،، اس نے دھیمی مگر پرزور آواز میں اس جرمن سے کہا۔

جرمن غرانے لگا۔

''کیوں چلے جائیے؟ بس مجھے یہی پسند ہے! کیا مجھے کوئی حق ھی نہیں ہے ٹہلنے کا؟ کیسے چلے جائیے؟ کیوں چلے جائیے؟،،

''کیونکہ آپ نے ایک خاتون کو تنگ کرنے کی جراٴت کی۔،، اینساروف نے کہا اور اس کا منھ زرد ہو گیا۔ ''کیونکہ آپ نشے میں ہیں۔،،

''نہیں! میں اور نشے میں؟ سننا ذرا! Hören Sie das, Herr Provisor? ** میں افیسر ہوں اور اس کی یہ جراٴت۔ میں اس کا بدلہ چاھتا ہوں! *** Einen Kuss will ich! ،،

''اگر ایک قدم اور بڑھایا تو...،، اینساروف نے کہا۔

''ہوں، تو کیا ہوگا؟،،

''تو میں آپ کو پانی میں پھینک دونگا۔،،

''پانی میں؟ **** Herr Je! اور بس؟ اچھا دیکھتے ہیں، ارے بڑے زوردار رھیگا دیکھیں کیسے یہ پانی میں...،،

محترم افیسر نے ہاتھ اٹھائے اور آگے بڑھا اور پھر اچانک ایک بڑی عجیب بات ہوئی، وہ دھاڑا، اس کا دیوھیکل جثہ جھوما اور زمین سے بلند ہو گیا، اس کے پاؤں ھوا میں تڑپے اور اس سے پہلے کہ خواتین چیخ مار سکیں، اس سے پہلے کہ کسی کی سمجھ

---

*اوہ، لعنت ہو!

**سن رہے ہیں آپ پرووائزر صاحب؟

***مجھے چمی چاھئے۔

****عیسی مسیح!

۱۰۳

لیکن ''روسی بدمعاش،، اس کی بندر بھبکیوں کی پرواہ کئے بغیر تیزی سے قلعے کی طرف چلے گئے۔ پارک سے گزرے تو سب خاموش تھے، ہاں آننا واسیلےونا دھیرے دھیرے کراہ رہی تھی۔ لیکن گاڑیوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے اور قہقہوں کا ایسا طوفان اٹھا کہ ہومر کے خداؤں کی طرح ان کے جسم لرز لرز اٹھے۔ سب سے پہلے شوبین نے پاگلوں کی طرح بے ساختہ قہقہہ لگایا، پھر برسینیف نے اٹھایا اور کھکھلا کر ہنس پڑا اور پھر زویا کی ہنسی کے ننھے ننھے موتی بکھرتے چلے گئے۔ آننا واسیلےونا بھی اچانک پھٹ پڑی۔ ایلینا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور آخر اینساروف سے بھی نہ رہا گیا۔ لیکن اووار ایوانووچ کا قہقہہ سب سے زیادہ زوردار اور اونچا تھا۔ وہ سب سے زیادہ دیر تک ہنستے چلے گئے۔ وہ ہنستے رہے ہنستے رہے یہاں تک کہ ان کی پسلیاں چٹخنے لگیں اور گلا روندھ گیا۔ وہ پل بھر کو خاموش ہوتے اور آنسو میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہتے: ''میں حیران تھا — کہ یہ غڑاپ سے کیا گرا... اور پھر میں نے دیکھا... ارے یہ تو وہ تھا... وہ ڈوب رہا تھا...،، وہ تشنجی آواز میں آخری بات کہتے اور ہنسی کا دوسرا دورہ ان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا۔ زویا برابر انھیں بڑھاوے دے رہی تھی۔ ''میں نے دیکھا کہ دو پاؤں،، وہ کہتی۔ ''ہوا میں تڑپ رہے ہیں...،، ''ہاں پاؤں تڑپے!،، اووار ایوانووچ لقمہ دیتے۔ ''دو پاؤں... اور پھر دھم! صاحب زادے نیچے آ رہے!،، ''لیکن اس نے یہ سب کیا کیونکر۔ جرمن کچھ نہیں تو اس سے تگنا تھا؟،، زویا نے پوچھا۔ ''ارے لاؤ میں بتاؤں کیسے کیا۔،، اووار ایوانووچ آنکھیں پونچھتے ہوئے بولے۔ ''میں نے سب دیکھا تھا۔ اس نے جرمن کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اسے اٹھایا اور پھر... دھم! میں حیران کہ یہ کیسی آواز آئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ صاحب زادے ڈوب رہے ہیں!،،

گاڑیاں بہت دیر سے دوڑ رہی تھیں، زاری‌تسینو کا قلعہ پیچھے چھٹ چکا تھا، لیکن اووار ایوانووچ کا ابھی تک وہی حال تھا۔ اب کی دفعہ بھی شوبین اور وہ ہمسفر تھے۔ آخرکار شوبین نے ان کو شرمندہ اور خاموش کر دیا۔

بھی نہ جھپکی۔ اس کی نظریں مدھم روشنی میں اینساروف پر سے پل بھر کو بھی نہ ہٹی۔ شوبین پر عجیب اداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ تو ہلکی ہلکی ہوا کے ان جھونکوں سے بھی جھنجھلا رہا جو برابر اس کے گالوں سے کھیل رہے تھے۔ اس نے اپنے اوورکوٹ کے کالر میں منھ چھپا لیا اور اس کا دل بھر آیا۔ اووار ایوانووچ مست تھے۔ وہ بیٹھا بیٹھا جھومتے رہے اور ان کے خراٹے گونجتے رہے۔ اور آخرکار گاڑیاں رک گئیں۔ دو ملازموں نے آننا واسیلیونا کو سہارا دے کر گاڑی سے اتارا۔ وہ تھک کر چور ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو شب بخیر کہا اور کہا کہ ''میری حالت مردوں سے بدتر ہو رہی ہے''۔ وہ سب اس کا شکریہ ادا کرنے لگے لیکن اسنے جواب دیا: ''مردوں سے بدتر''۔ ایلینا نے (آج پہلی دفعہ) اینساروف سے ہاتھ ملایا۔ اور کپڑے تبدیل کئے بغیر بڑی دیر تک کھڑکی کے قریب بیٹھی رہی۔ شوبین نے جاتے جاتے برسینیف کے کان میں کہا: ''کیوں سورما ہے نا وہ؟ نشے میں دھت جرمنوں کو نذر آب کر دیا!''

''تم سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا!'' برسینیف نے جواب دیا اور اینساروف کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ دونوں گھر پہنچے تو پوپھٹ رہی تھی۔ سورج ابھی تک نہیں نکلا تھا لیکن ہوا میں صبح کی خنکی آ چلی تھی۔ شبنم ایک سفیدریش بوڑھے کی طرح سبزے پر پھیلی ہوئی تھی اور دھندلی دھندلی وادی کے اوپر فضا میں سحرخیز لوے اپنا راگ الاپ رہے تھے۔ اکلوتی آنکھ کی طرح صبح کا بڑا سا درخشاں ستارہ ٹمٹما ٹمٹما کر وہاں سے وادی کو تک رہا تھا۔

(١٦)

اینساروف سے ملاقات ہونے کے کچھ ہی دن بعد ایلینا نے (چوتھی یا پانچویں دفعہ) ڈائری لکھنی شروع کی تھی۔ اور یہ لیجئے اس کی ڈائری کے چند اوراق:

''جون... اندرئی پیتروچ میرے لئے کتابیں لاتے ہیں مگر مجھ سے پڑھی نہیں جاتیں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ ان کے سامنے

مجھ سے دن رات اینساروف کا بکھان کرتے رہتے ہیں۔ کیسی کیسی عجیب باتیں بتاتے ہیں! کل رات میں نے انھیں خواب میں دیکھا، ان کے ہاتھ میں خنجر تڑپ رہا تھا۔ اور پھر انھوں نے جیسے مجھ سے کہا: ''میں تجھے مار ڈالونگا اور خود کو ختم کر لونگا!،، کیا بکواس ہے!

''... کاش کوئی مجھے بتا سکتا: ''ایلینا تجھے یہ کرنا چاہئے! تیرے سینے میں ایک مہربان دل ہے، یہ کافی نہیں ہے۔ کوئی نیک کام کر... ہاں اس کی بڑی قیمت ہے زندگی میں۔ لیکن نیک کام کروں تو کیسے؟ اوہ کاش میں اپنے دل پر قابو پا سکتی! سمجھ میں نہیں آتا میں اینساروف صاحب کے بارے میں اتنا کیوں سوچتی ہوں؟ وہ آتے ہیں، اور خود کو ذرا بھی نمایاں کئے بنا خاموش بیٹھے بڑے دھیان سے دوسروں کی باتیں سنتے رہتے ہیں اور میں ان کو تکتی رہتی ہوں، کتنی شانتی ملتی مجھے اس سے — مگر بس! اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو مجھے ان کی ایک ایک بات یاد آتی ہے، اور اپنے اوپر غصہ آنے لگتا ہے، میں پریشان ہو جاتی ہوں... نجانے کیوں! (وہ فرانسیسی بری طرح بولتے ہیں مگر اس سے ان کو ذرا جھجک نہیں ہوتی۔ یہ ادا مجھے بہت بھاتی ہے۔) اصل بات یہ ہے کہ میں ہمیشہ سے نئے آدمیوں کے بارے میں بہت سوچتی آتی ہوں۔ ان سے بات کرتے کرتے مجھے اچانک اپنا خدمتگار واسیلی یاد آ گیا، جو ایک بےٹانگ کے بڈھے کو جلتے ہوئے گھر سے نکالنے اور اس کی جان بچانے کے سلسلے میں خود مرتے مرتے بچا تھا۔ ابا نے اس کی بہادری کی تعریف کی۔ اماں نے اسے انعام میں پانچ روبل دئے اور میرا دل چاہا کہ اس کے آگے گھٹنے ٹیک دوں۔ اس کا چہرہ بہت سادہ تھا ایک حد تک بدھو لگتا تھا وہ۔ بعد میں وہ شراب کباب میں پڑ گیا۔

''...آج میں نے ایک بھکارن کو دان دیا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا: تم اتنی اداس کیوں ہو بیٹا؟ اور مجھے دور دور یہ خیال بھی نہ تھا کہ میں اداس دکھتی ہوں۔ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ میں تنہا ہوں، ہمیشہ سے تنہا ہوں۔ اپنی تمام‌تر کمزوریوں اور خوبیوں کے ساتھ تنہا ہوں۔ کوئی نہیں ہے جس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا سکوں۔ جو میرے قریب آتے ہیں ان

شاید وہ جان بوجھ کر یہ سب کرتے ہیں۔ مجھے کیا واسطہ اینساروف صاحب سے؟ میں اندرئی پیتروووچ سے خفا ہوں۔

"...میرے ہاتھ میں قلم ہے اور میں نہیں جانتی کہ کیسے لکھوں۔ آج باغ میں آچانک انھوں نے کتنے انوکھے ڈھنگ سے مجھ سے بات کی! کتنا اپناپن کتنا بھروسہ تھا ان کے انداز میں! اور یہ سب کچھ کس طرح اچانک ہو گیا! ایسا لگتا ہے جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کے دوست ہوں، لیکن صرف آج اسی لمحے ایک دوسرے کو سمجھ سکے ہوں۔ لیکن اس پل سے پہلے میں انھیں کیوں نہیں سمجھ سکی! کتنے قریب ہیں اب وہ مجھ سے! عجیب بات ہے، اب اچانک میرے دل کو جیسے قرار آ گیا ہو۔ مجھے یہ سوچ سوچ کر کوفت ہو رہی ہے کہ کل میں ان سے اور اندرئی پیتروووچ سے خفا تھی، میں نے تو کل انھیں مسٹر اینساروف تک کہہ ڈالا اور آج... آخر آج مجھے ایک سچا انسان مل گیا۔ ایک ایسا انسان جس پر میں بھروسہ کر سکتی ہوں! وہ جھوٹ نہیں بولتا، میرے جاننےوالوں میں یہ پہلا آدمی ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ اور سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اندرئی پیتروووچ، میرے پیارے، میرے اچھے دوست، میں تمھیں کس لئے ناراض کرتی ہوں؟.. نہیں! کون جانے اندرئی پیتروووچ ہو سکتا ہے ان سے زیادہ پڑھے لکھے، ان سے زیادہ ذہین ہوں۔ مجھے نہیں معلوم لیکن میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان کے سامنے وہ بےحد چھوٹے لگتے ہیں! جب وہ اپنے وطن کا ذکر کرتے ہیں، تو جیسے بڑے اور بڑے ہوتے چلے جاتے ہیں، ان کے چہرے میں بلا کی دلکشی پیدا ہو جاتی ہے، اور آواز، جیسے ڈھلا ہوا فولاد ہو۔ اور تب ایسا لگتا ہے جیسے دنیا کی کوئی طاقت انھیں جھکا نہیں سکتی۔ وہ صرف باتیں ہی نہیں بتاتے۔ انھوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ بہت کچھ کرینگے۔ میں ان سے پوچھونگی... بہت کچھ پوچھونگی۔ وہ کس طرح اچانک میری طرف مڑے، اور کس طرح مسکرائے۔ اس طرح تو صرف بھائی ہنستا ہے۔ اف، کتنی خوش ہوں میں! پہلی دفعہ وہ ہمارے ہاں آئے تو مجھے دور دور بھی یہ خیال نہ تھا کہ ہم اتنی جلدی اتنے گہرے دوست بن جائینگے! لیکن اب میں

پاویل خاموش ہے! شاید وہ سمجھ گیا ہے کہ مجھے اس کے اشارے اچھے نہیں لگتے۔ لیکن وہ آج بھی ان سے جلتا ہے۔ بدمعاش! اسے اس کا کیا حق ہے؟ جیسے میں نے کبھی...

''یہ سب بکواس ہے! آخر میرے دماغ میں یہ سب خیال آتے ہی کیوں ہیں؟

''...عجیب بات ہے، میں زندگی کی بیس بہاریں دیکھ چکی ہوں، مگر آج تک میں نے کسی سے پیار نہیں کیا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ د (میں انھیں 'د' ہی کہونگی۔ مجھے دمیتری نام بہت پسند ہے) کے روح و دل میں اتنا سکون، اتنا قرار اس لئے ہے کہ انھوں نے اپنا من دھن سب کچھ اپنی منزل کو پائے اور اپنے خوابوں کو جگانے کی نذر کر دیا ہے۔ تو پھر ان کو بےقراری کیوں ہو؟ جو کوئی اپنا سب کچھ بھینٹ چڑھا دیتا ہے، سب کچھ، اسے کوئی دکھ کوئی غم نہیں ستاتا۔ اسے دل کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا پڑتا۔ اس میں میں نہیں رہتی، وہ ایک آدرش کی خاطر جیتا ہے۔ عجیب بات ہے، ہم دونوں ایک ہی پھول کے شیدا ہیں! آج میں نے ایک گلاب توڑا۔ ایک پتی زمین پر گرپڑی، انھوں نے جھک کر اٹھالی اور میں نے پورا پھول ان کی نذر کر دیا۔

''...'د' اکثر آتے ہیں۔ کل وہ پوری شام ہمارے ہاں بیٹھے رہے وہ۔ مجھے بلغاری زبان سکھانا چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا مجھے بہت پسند ہے، جیسے وہ اپنے ہی خاندان کے آدمی ہوں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

''...دن بیت رہے ہیں... میں بہت خوش ہوں، مگر نجانے کیوں سہمی ہوئی ہوں۔ دل چاہتا ہے جی جان سے خدا کا شکریہ ادا کروں۔ اور میری آنکھیں بھر آتی ہیں۔ آہ یہ گرم اور روشن دن!

''...میں آج بھی بہت خوش ہوں، لیکن کبھی کبھی دل اداس ہو جاتا ہے۔ میں خوش قسمت ہوں۔ خوش قسمت ہوں نا میں؟

''...کل شام کی پک‌نیک شاید کبھی نہ بھلا سکوں۔ کیسے کیسے نئے، انوکھے اور بھیانک تجربے ہوئے ہیں! جب انھوں نے اچانک اس پہلوان کو اٹھاکر گیند کی طرح پانی میں اچھال دیا تو میں

آخر وہ اس قدر... وہ!.. وہ اور اداس؟ پاپا شہر سے لوٹے تو ہم دونوں کو ساتھ پایا اور کتنی عجیب نظروں سے انھوں نے ہمیں دیکھا۔ آج اندرئی پیترووچ آئے تھے۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ بہت دبلے اور زرد ہو گئے ھیں۔ انھوں نے مجھے بہت برا بھلا کہا۔ ان کا کہنا ھے کہ میں شوبین کے ساتھ بہت رکھائی اور بےپروائی سے پیش آتی ھوں۔ میں تو پاویل کو بالکل بھول ھی گئی تھی۔ ابکے اس سے ملاقات ھوگی تو اسے منالونگی۔ مجھے اب اتنی فرصت کہاں کہ اس کے بارے میں، یا دنیا میں کسی کے بارے میں سوچوں! اندرئی پیترووچ مجھ سے اس طرح بات کر رہے تھے جیسے انھیں مجھ پر رحم آتا ھو۔ یہ سب کیا ھے آخر؟ میرے ارد گرد، اور میری روح میں یہ اندھیرا کیوں؟ مجھے ایسا لگتا ھے کہ میرے چاروں طرف اور میری روح میں کوئی عجیب پراسرار چیز سانس لے رھی ھے۔ میں اس احساس کو کوئی نام دینا چاھتی ھوں...

''...رات بھر آنکھ نہیں لگی۔ سر پھٹا جا رہا ھے۔ لکھوں تو کیوں لکھوں؟ آج وہ اتنی جلدی چلے گئے اور میں ان سے باتیں کرنے کو بےتاب تھی... وہ جیسے مجھ سے بھاگ رہے ھوں۔ ھاں، وہ مجھ سے بھاگ رہے ھیں۔

''...مجھے وہ لفظ مل گیا۔ اب میرے اوپر سب کچھ روشن ھے۔ اف خدا رحم کر۔ مجھے ان سے محبت ھے!''

(۱۷)

جس دن ایلینا نے اپنی ڈائری میں یہ آخری لفظ لکھا، اس دن اینساروف برسینیف کے کمرے میں بیٹھا تھا اور برسینیف اس کے سامنے کھڑا تھا، اس کے چہرے سے گھبراھٹ عیاں تھی۔ اینساروف نے ابھی ابھی اسے بتایا تھا کہ وہ کل ماسکو واپس جا رہا ھے۔

''لیکن سنیئے تو سہی!'' برسینیف نے کہا۔ ''اب تو سب سے زیادہ زوردار زمانہ شروع ھو رہا ھے۔ ایسے میں آپ ماسکو میں کیا کرینگے؟ یہ اچانک فیصلہ کیوں؟ کوئی خاص خبر آپ کو ملی ھے یا کیا بات ھے؟''

رشتےدار کے ھاں ان سے سلا۔ ان رشتےدار کی ایک بیٹی تھی۔ بڑی حسین تھی وہ۔ مجھے ایسا لگا کہ اینساروف پر اس کا جادو چل گیا ھے۔ میں نے اینساروف سے کہا تو وہ ھنسنے لگا۔ اس نے کہا کہ تمھارا خیال غلط ھے۔ میرا دل آزاد ھے۔ اس نے کہا کہ اگر ایسی کوئی بات ھوئی تو میں خاموشی سے فوراً کھسک جاتا۔ کیونکہ میں نہیں چاھتا کہ اپنی ذاتی خواھش کی خاطر اپنے مقصد اور اپنے فرائض سے غداری کروں۔ 'میں بلغار ھوں، اس نے کہا۔ 'مجھے روسی عشق نہیں چاھئے۔' ''

''ھوں... توپھر ... تو کیا اب آپ...'' ایلینا نے دوسری طرف تکتے ھوئے سرگوشی کی۔ وہ جیسے بڑے سے بڑے دھکے کے لئے تیار تھی۔ اس نے برسینیف کا ھاتھ اور زور سے پکڑ لیا۔

''میں سوچتا ھوں۔ '' برسینیف نے بھی آواز نیچی کرتے ھوئے کہا۔ ''سوچتا ھوں، جس بات کا میں نے اس وقت غلط اندازہ لگایا تھا وہ اب سچ ھو گئی ھے۔''

''اس کا مطلب ھے... آپ کا خیال ھے... اف مجھے تنگ نہ کیجئے !'' اچانک ایلینا کے منھ سے نکلا۔

''میرا خیال ھے'' برسینیف نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ ''کہ اینساروف کو ایک روسی لڑکی سے عشق ھو گیا ھے۔ لیکن اسے اپنا عہد یاد ھے اس لئے وہ جلد سے جلد یہاں سے بھاگ جانا چاھتا ھے۔''

ایلینا نے اور زیادہ زور سے اس کا ھاتھ تھام لیا، اس کا سر اور زیادہ جھک گیا۔ جیسے وہ اپنا چہرہ ان اجنبی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رھی ھو۔ اس کا چہرہ اور گردن اچانک شرم سے لال انگارہ ھو گئے۔

''اندرئی پیترووچ آپ کتنے اچھے ھیں، آپ فرشتہ ھیں۔'' اس نے کہا۔ ''وہ خداحافظ کہنے تو آئینگے نا ؟''

''ھاں، میرے خیال میں آئینگے کیونکہ اس طرح تو نہیں جا سکتے...''

''ان سے کہئے... ان سے کہئے...''

لیکن بیچاری لڑکی اپنا جملہ پورا نہ کر سکی۔ اس کا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور وہ کمرے سے باھر بھاگ گئی۔

قدر کس کر بندھی ہوئی تھی کہ ذرا سا ہلنے سے بھی چر چرا اٹھتی - اور اس نے دیکھنے کا ارادہ ترک کر دیا -

''میں جانتی ہوں آپ کیوں آئے ہیں - '' ایلینا نے کہا - ''اندرئی پیترووچ نے مجھے آپکے فیصلے کے بارے میں بتا دیا ہے- لیکن میں چاہتی ہوں ، میں آپ سے منت کرتی ہوں آپ آج ہم سے رخصت نہ ہوں، کل ذرا سویرے، گیارہ بجے کے قریب یہاں آئیے - مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے!''

اینساروف نے خاموشی سے سر ہلایا -

''میں آپ کو زیادہ نہیں روکونگی ... تو وعدہ رہا نا ؟''

اینساروف نے پھر سر ہلا کر اقرار کیا لیکن زبان سے اب بھی کچھ نہ کہا -

''لینا، ادھر تو آؤ ذرا'' آننا واسیلےونا نے آواز دی - ''دیکھو تو سہی ان کا بٹوا کتنا خوبصورت ہے- ''

''میں نے خود بنایا ہے- '' پادری کی بیوی نے کہا -

ایلینا کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئی -

اینساروف زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ وہاں ٹھیرا — ایلینا چوری چوری اسے تکتی رہی - اور وہ گھبرایا ہوا سا پہلو بدلتا رہا - اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے نظریں بچائے - اور پھر اچانک اٹھ کر چلا گیا - کچھ اس طرح جیسے ہوا میں تحلیل ہو گیا ہو -

دن بتائے نہیں بیت رہاتھا - رات آئی اور ایلینا کےلئے یہ طویل رات کاٹنی مشکل ہو گئی - کبھی ہتیلیوں پر سر ٹکا کر پلنگ پر بیٹھی تو کبھی کھڑکی کے پاس جا کر اپنی تپتی ہوئی پیشانی ٹھنڈے ٹھنڈے شیشے پر ٹکا دیتی - وہ سوچتی رہی، سوچتی رہی، سوچتی رہی، وہی خیالات بار بار دماغ میں چکر لگاتے رہے، یہاں تک کہ وہ تھک کر نڈھال ہو گئی - کبھی اس کے دل کی دھڑکن بند ہونے لگتی تو کبھی ایسا لگتا کہ پہلو میں دل ہے ہی نہیں، لیکن اسے کچھ ہوش نہ تھا - البتہ سر کی رگیں پھڑک رہی تھیں - بال جیسے کھال کو جلائے دے رہے تھے اور ہونٹ کھلے ہوئے تھے - ''وہ ضرور آئیگا ... اس نے امی سے خداحافظ بھی نہیں کہا ہے... نہیں وہ دھوکا نہیں دیگا - کیا یہ ممکن ہے کہ اندرئی

پھر سلائی اور پھر کتاب لے بیٹھی - اور پھر ایک ھی روش کے سو چکر لگائے - اس کے بعد وہ بڑی دیر تک آننا واسیلےونا کو تاش کھیلتے دیکھتی رھی... اور پھر گھڑی پر نظر پڑی - ابھی دس بھی نہیں بجے تھے - شوبین ملاقات کے کمرے میں آ گیا - اس نے چاھا کہ شوبین سے باتیں کرے اور معافی مانگے، نجانے کس بات کی ... لیکن اسے اپنا ھر ھر لفظ بےموقع لگا اور وہ جھنجھلا کے رہ گئی - شوبین اس کی طرف جھک گیا - اسے یقین تھا کہ شوبین اس کا مذاق اڑائیگا - لیکن نظریں اٹھائیں تو اسے ایک اداس اور دوستانہ چہرہ اپنے اوپر جھکا ھوا نظر آیا - وہ دھیرے سے مسکرائی - شوبین بھی جواب میں خاموشی سے مسکرایا اور دھیرے سے باھر نکل گیا - اس نے چاھا کہ شوبین کو روک لے، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہہ کر بلائے - اور آخر گیارہ بج گئے - اس نے آھٹ پر کان لگا دئے اور انتظار انتظار اور انتظار - اب کوئی کام ممکن نہ تھا، سوچنے کی طاقت بھی جواب دے گئی - اور پھر دل جیسے اچانک جاگ اٹھا - دل کی دھڑکن تیز ھوتی چلی گئی اور عجیب بات ھے، وقت کے جیسے پر لگ گئے - پندرہ منٹ بیتے، آدھا گھنٹہ بیتا اور چند منٹ اور گزر گئے، کم سے کم اسے یہی لگا - اور پھر جب گھڑی نے بارہ نہیں ایک بجایا تو وہ چونک گئی - ''وہ نہیں آئیگا، وہ خداحافظ کہئے بنا چلا جائیگا...،، یہ خیال آتے ھی اس کا سر گھوم گیا - اسے لگا کہ اس کا دم گھٹا جا رہا ھے اور آنکھیں ڈبڈبائی ھوئی ھیں - وہ اپنے کمرے میں بھاگی اور بھنچے ھوئے ھاتھوں میں منہ چھپائے بستر پر جا گری -

وہ آدھے گھنٹے تک بےحرکت پڑی رھی - آنسوؤں کا ریلا انگلیوں کو بھگوتا ھوا تکیے پر گرتا رھا - اچانک وہ کسمسا کر بیٹھ گئی - اس کے دل میں ایک عجیب طوفان اٹھ رہا تھا - اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا - بھیگی ھوئی آنکھیں خود بخود خشک ھو کر چمکنے لگیں - اس کی بھویں کھنچی ھوئی تھیں اور ھونٹ بھینچ گئے تھے - آدھا گھنٹہ اور بیت گیا - ایلینا نے آخری بار کان لگا کر سنا کہ شاید وہ جانی پہچانی آواز سنائی دے - وہ اٹھی، ھیٹ اور دستانے پہنے، شانوں پر شال ڈالی اور سب کی نظریں بچا کر گھر سے نکل گئی - اس کے قدم تیزی سے برسینیف کے گھر کی طرف اٹھنے لگے -

میرے کس کام کا، خیر پوتی کے بیاہ پر اسے دے سکتی ہوں! خدا تجھے اس نیکی کا اجر دے!''

بادل تڑپ کر گرجنے لگے۔

''عیسی مسیح'' بھکارن نے منہ ہی منہ میں کہا اور سینے پر تین دفعہ صلیب کا نشان بنایا۔ ''بیٹا مجھے خیال پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تجھے دیکھا ہے۔'' اس نے ذرا دیر بعد کہا۔ ''شاید تم پہلے بھی مجھے عیسی مسیح کا دان دے چکی ہو؟''

ایلینا نے بڑھیا کی طرف دیکھا اور اسے پہچان لیا۔

''ہاں دادی'' اس نے کہا۔ ''تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں اتنی اداس کیوں ہوں۔''

''ہاں میری بچی ہاں۔ یہی دیکھ کر میں آج بھی تجھے پہچان گئی۔ توتو آج بھی اتنی ہی دکھی دکھتی ہے میری بیٹا۔ دیکھ تو سہی تیرا روسال بالکل بھیگا ہوا ہے— شاید آنسوؤں سے تر ہوگا۔ اف رے یہ لڑکیاں۔ تم سب کے دکھ درد یکساں ہیں!''

''کیسے دکھ دادی؟''

''کیسے؟ اری اچھی بیٹا مجھ بڑھیا سے چھپانے کی کوشش نہ کر۔ میں جانتی ہوں تجھے کیا غم کھا رہا ہے۔ تجھے ماں باپ کا غم نہیں ہے۔ میں بھی کبھی جوان تھی میری بچی، میں بھی اس طوفان سے گزر چکی ہوں۔ ہاں! تیرا دل دیالو ہے۔ میں تجھے یہ خوش خبری دیتی ہوں کہ تیرے سامنے آج ایک بہت اچھا آدمی ہے، وہ بے غیرت اور چھچھورا نہیں ہے، اس کا دامن تھام لے، زندگی سے زیادہ مضبوطی سے اسے تھام لے۔ اگر یہ ہو گیا تو ہو گیا، نہ ہو سکا تو سمجھ لے کہ اللہ کی مرضی نہ تھی۔ ہاں۔ ارے مجھے ان نظروں سے کیا تک رہی ہے بیٹا؟ میں قسمت بتانا جانتی ہوں۔ اگر تو چاہے تو میں تیرے روسال کے ساتھ تیرے سارے دکھ سمیٹ لوں؟ میں ان سب کو سمیٹ کر لے جاؤنگی۔ لو بارش ہلکی پڑ گئی۔ تم ابھی اور ٹھیرو، میں چلی۔ ارے بیٹا یہ کوئی پہلی بار تو ہے نہیں کہ بھیگنے کا ڈر ہو۔ تو یاد رکھ میری بچی، تو دکھی تھی، بہت دکھی، لیکن تیرا دکھ دور ہو گیا، ہمیشہ ہمیشہ کو ختم ہو گیا۔ امین!''

بڑھیا سیڑھیوں سے اتری اور ڈگمگاتے قدموں سے اپنی راہ چلی گئی۔

''ہیں؟ اتنے دن کی ملاقات کے بعد، ان سب بحث مباحثوں کے بعد، اس سب کے بعد... یعنی اگر میں سرراہ آپ کو نہ مل جاتی...''
ایلینا کی آواز کانپ گئی، وہ پل بھر کو رکی۔ ''تو آپ آخری بار مجھ سے ہاتھ ملائے بنا چلے جاتے اور آپ کو اس کا دکھ بھی نہ ہوتا؟'' ١٢٣
اینساروف نے منھ پھیر لیا۔
''خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے ایلینا نکولائی‌ونا۔ اس کے بغیر ھی میں کافی دکھی ھوں۔ یقین جانیئے میں بڑی مشکل سے یہ فیصلہ کر سکا ھوں۔ اگر آپ جانتیں...''
''میں یہ جاننا نہیں چاھتی'' ایلینا نے گھبرا کر اسے ٹوکا۔
''کہ آپ کیوں جا رہے ھیں... شاید یہ ضروری تھا۔ شاید ھمیں جدا ھونا ھی تھا۔ آپ نے بےوجہ تو اپنے دوستوں کو اس الجھن میں ڈالا نہیں۔ لیکن کیا دوست اس طرح جدا ھوتے ھیں؟ میں اور آپ دوست ھیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟''
''نہیں'' انساروف نے کہا۔
''کیا؟'' ایلینا نے زیرلب کہا اس کے گال گلنار ھو گئے۔
''نہیں ھم دوست نہیں ھیں، میں اسی وجہ سے جا رھا ھوں۔ مجھ سے وہ سب نہ کہلوائیے جو میں کہنا نہیں چاھتا، جو میں کبھی نہیں کہونگا۔''
''پہلے تو آپ مجھ سے بہت کھل کر بات کیا کرتے تھے۔'' ایلینا نے ملامت بھری آواز میں کہا۔ ''یاد ہے نا؟''
''وہ اس وقت کی بات ہے جب میں کھل کر بات کر سکتا تھا۔ جب چھپانے کو کچھ نہ تھا۔ لیکن اب...''
''اور اب؟'' ایلینانے پوچھا۔
''اب... اب مجھے جانا چاھئے۔ خداحافظ۔''
اگر اس لمحے اینساروف نظر اٹھاتا تو دیکھ لیتا کہ ایلینا کے چہرے کا رنگ نکھرتا چلا جا رھا ہے۔ اینساروف کا چہرہ جتنا تاریک اور بےجان ھوتا تھا اتنا ھی ایلینا کا دمک رھا تھا۔ لیکن وہ برابر زمین کو تکے گیا۔
''اچھا خداحافظ، دمیتری نیکانورووچ'' ایلینا نے کہا۔ ''لیکن خدا کے لئے، اب جبکہ ھماری ملاقات ھو ھی گئی تو، ھاتھ تو ملا لیجئے۔''

اینساروف نے ہاتھ بڑھانا چاہا مگر۔

''نہیں۔ یہ بھی ممکن نہیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''یہ بھی نہیں کر سکتے؟''

''نہیں۔ خداحافظ۔''

وہ گرجا کے دروازے کی طرف بڑھا۔

''پل بھر اور ٹھیر جائیے۔'' ایلینا نے کہا۔ ''آپ تو جیسے مجھ سے ڈر رہے ہیں۔ لیکن میں آپ سے زیادہ جیالی ہوں۔'' اس نے کہا۔ اس کے پورے بدن میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ ''میں آپ کو بتا سکتی ہوں... کہئے بتا دوں؟ میں آپ کو یہاں کیوں نظر آ رہی ہوں؟ جانتے ہیں میں کہاں جا رہی تھی؟''

اینساروف نے گھبرا کر ایلینا کی طرف دیکھا۔

''آپ کے پاس جا رہی تھی۔''

''میرے پاس؟''

ایلینا نے منہ چھپا لیا۔

''آپ میرے منہ سے سننا چاہتے تھے کہ مجھے آپ سے پیار ہے'' اس نے زیرلب کہا۔ ''لیجئے... میں نے کہہ دیا...''

''ایلینا!'' اینساروف نے تڑپ کر کہا۔

اس نے منہ سے ہاتھ ہٹائے، نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

اس نے بھینچ کر ایلینا کو کلیجے سے لگا لیا۔ وہ اب بھی خاموش تھا۔ اب اسے ایلینا سے یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ مجھے بھی تم سے پیار ہے۔ اس کی آواز کی تڑپ نے، پل بھر میں اس کے سراپا کی اس تبدیلی نے، اس کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کی اس آواز نے جس سے ایلینا اتنے بھروسے کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی، کھیلتی ہوئی ان انگلیوں نے — ان سب نے ایلینا کو بتا دیا کہ وہ کسی کی محبوبہ ہے۔ وہ خاموش تھا اور ایلینا کو لفظوں کی ضرورت نہ تھی۔ ''وہ یہاں ہے۔ اسے پیار ہے۔ اور کیا چاہئے؟'' اور پھر سکون اور شانتی کی ایک لہر اٹھی۔ ایسے سکون کی، پرتو جگمگاتے ہوئے فضل کے نور کو لیکر پرسکون ساحل تک پہنچ کر اور اپنی منزل کو پا کر حاصل ہوتا ہے۔ ایسے روحانی سکون کی لہر جو موت میں بھی

''جانتی ہوں۔ سب کچھ جانتی ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہے!''

''سمجھتی ہو نا کہ تمھیں اپنی تمام عادتیں چھوڑنی پڑینگی، وہاں، غیروں کے درمیان شاید محنت بھی کرنے پڑیگی...''

۱۲۷

اس نے اینساروف کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے تم سے محبت ہے میرے محبوب۔''

وہ انتہائی محبت سے اس کا نازک نازک گلابی ہاتھ چومنے لگا۔ ایلینا نے ہاتھ نہیں ہٹایا، بلکہ عجیب بچوں کی سی خوشی، اور ہنستے ہوئے تجسس سے اینساروف کو تکتی رہی جو اس کی ہتھیلی اور انگلیوں پر بوسوں کی بارش کر رہا تھا۔

اچانک اس‌نے شرما کر اس کے سینے میں منھ چھپا لیا۔

اس نے بڑے پیار سے ایلینا کا سر اٹھایا اور اس کی آنکھوں کو تکنے لگا۔

''خدا اور انسان کی نظر میں تو آج سے میری بیوی ہے۔ میرا سلام قبول کر میری رفیقه!'' اس نے کہا۔

(۱۹)

گھنٹے بھر بعد ایلینا ایک ہاتھ میں ٹوپی اور دوسرے میں شال تھامے، دبے پاؤں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اس کے بال ذرا بکھرے ہوئے تھے اور دونوں رخساروں پر ننھا ننھا سرخ دھبہ جگمگا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل رہی تھی، اس کی نیم باز آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ قدم اٹھانے مشکل تھے، لیکن اس تھکن میں بھی سہانا پن تھا، ہاں آج ہرهر چیز میں سہاناپن تھا۔ آج اسے ہر چیز اتنی اچھی، اتنی دلنواز لگ رہی تھی۔ اووار ایوانووچ کھڑکی کے قریب بیٹھے تھے، وہ ان کے پاس گئی اور ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے انگڑائی لی۔ اور کچھ عجیب طرح کھلھلا کر ہنس پڑی۔

''کیا قصہ ہے؟'' انھوں نے تعجب سے پوچھا۔

اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔ اس کا دل چاہا کہ بڑھ کر اووار ایوانووچ کو پیار کرے۔

بستر پر جس پر تین گھنٹے پہلے اس نے انتہائی تلخ لمحے بتائے تھے! ''اوہ، میں تب بھی جانتی تھی کہ اسے مجھ سے پیار رہے...،، اس نے سوچا۔ ''ھاں اور اس سے پہلے... اوہ نہیں! نہیں! یہ گناہ ہے!،، ''تو میری بیوی ہے!،، اس نے ھاتھوں میں منھ چھپاکر سرگوشی کی اور گھٹنوں کے بل جھک گئی۔

شام ھوتے ھوتے جذبات کا طوفان کم ھوا اور وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ اس نے سوچا کہ وہ بہت دن تک اینساروف سے نہ مل سکیگی اور اس کا دل اداس ھو گیا۔ برسینیف کے ھاں رک جانے کا مطلب تھا کہ لوگوں کو کچھ شبہہ اور کھوج سی ھو جائیگی۔ اس لئے اس نے اور ایلینا نے یہی طے کیا کہ اس‌وقت وہ ماسکو چلا جائے اور خزاں شروع ھونے سے پہلے پہلے دو ایک دفعہ ایلینا کے ھاں مہمان آئے۔ ایلینا نے وعدہ کیا کہ وہ خط لکھتی رھیگی اور اگر ممکن ھوا تو کونتسیوہ کے قریب کہیں اس سے ملنے کا انتظام کریگی۔ چائے کے وقت وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی تو اپنے پورے خاندان اور شوبین کو وھاں موجود پایا۔ اندر قدم رکھتے ھی شوبین نے چبھتی ھوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ چاھتی تھی کہ بیتے دنوں کی طرح شوبین سے دوستانہ باتیں چھیڑ دے، لیکن وہ یہ سوچ کر سہم گئی کہ شوبین پل بھر میں دل کی گہرائیوں میں جھانک لیتا ہے، وہ خود اپنے آپ سے گھبرا رھی تھی۔ اسے ایسا لگ رھا تھا کہ شوبین نے اسے دو ھفتے کےلئے یونہی بےسبب یہاں نہیں چھوڑا! تھوڑی دیر بعد برسینیف بھی آ گیا۔ اس نے آننا واسیلےونا کو اینساروف کا رخصتی سلام دیا اور اس کی طرف سے معافی مانگی کہ اسے اچانک ماسکو جانا پڑ گیا اور وہ آننا واسیلےونا سے رخصت بھی نہیں ھو سکا۔ دن بھر میں پہلی دفعہ ایلینا کے سامنے اینساروف کا ذکر آیا تھا۔ اسے ایسا لگا کہ اس کے گال شرم سے گلنار ھوئے جا رہے ھیں۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اتنے اچھے دوست کے اس طرح اچانک چلے جانے پر اظہار افسوس کرنا چاھئے، لیکن اس سے یہ ریاکاری نہ ھو سکی۔ وہ اسی طرح بےحس و حرکت اور خاموش بیٹھی رھی۔ آننا واسیلےونا اظہار افسوس کرتی اور گہری و ٹھنڈی سانسیں‌لیتی رھی۔ ایلینا برابر برسینیف کے قریب بیٹھی رھی۔ وہ اس کے راز سے ایک حد تک واقف تھا پھر بھی ایلینا اس سے خوفزدہ نہ تھی۔ اس کے قریب رہ کر وہ

ایلینا نے اپنی ماں کو پیار کیا، سب کو اشارے سے شب بخیر کہا اور چلی گئی۔ شوبین دروازے تک اس کے ساتھ آیا۔

”ایلینا نکولائی‌ونا،، اس نے دروازے پر پہنچ کر سرگوشی کی۔ ”آپ موسیو پاویل کو پاؤں تلے روندتی هیں، آپ بڑی سفاکی سے اسے کچلتی چلی جاتی هیں، لیکن موسیو پاویل آپ کو پوجتا هے، آپ کے نازک پاؤں کی پرستش کرتا هے، آپ کے جوتوں کا پرستار هے، وہ آپ کے جوتوں کی ایڑیوں کو آنکھوں سے لگاتا هے۔،،

ایلینا نے کندھے جھٹک کر بے‌دلی سے هاتھ بڑھا دیا۔ یہ هاتھ وہ نہیں تھا جسے اینساروف نے چوما تھا۔ اپنے کمرے میں آتے هی اس نے کپڑے اتارے اور لیٹ کر سو گئی۔ اسکو بہت گہری اور آرام کی نیند آئی، بچے بھی شاید اتنی گہری نیند نہ سوتے هوں، ایسی نیند تو صرف اس بچے کو آتی هے جو بیماری سے جیت کر بیٹھی نیند سو رہا هو اور جس کی ماں پالنے سے لگی هوئی اسے تک رهی هو اور اس کے سانس کی آواز سن رهی هو۔

(۲۰)

”ذرا لمحے بھر کو میرے کمرے میں آؤ۔،، جیسے هی برسینیف آننا واسیلےونا سے رخصت هوا شوبین نے اسے پکارا۔ ”تمھیں کچھ دکھانا هے۔،،

برسینیف شوبین کے مکان کی طرف بڑھا۔ وہ شوبین کے کمرے کے هرهر کونے میں رکھے هوئے مجسموں اور بتوں کی تعداد دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ یہ سب مجسمے سیلے کپڑوں سے ڈھکے هوئے تھے۔

”دیکھتا هوں، بہت زوروں پر کام هو رہا هے۔،، اس نے شوبین سے کہا۔

”کچھ نہ کچھ تو کرنا هی تھا،، شوبین نے جواب دیا۔ ”ایک کام میں کامیابی نہ هو تو دوسری طرف دل لگانا چاهئے۔ میں تو بھئی کارسکائی هوں۔ سیدھے سادھے فن کی نسبت مجھے خاندانی انتقاموں میں زیادہ دلچسپی هے!،،

”میں سمجھا نہیں تمھارا مطلب۔،، برسینیف نے کہا۔

کے نر،، کے چہرے میں احمقانہ سنجیدگی، سرکشی، ضد، بےڈھنگاپن اور بےوقوفی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، لیکن مشابہت اتنی زبردست اتنی نمایاں تھی کہ برسینیف بےاختیار ہنس پڑا۔

''کیوں؟ ہے نا دلچسپ؟،، شوبین نے کہا۔ ''سورما کو پہچان لیا؟ کیوں، کیا رائے ہے، اسے بھی نمائش میں بھیج دوں نا؟ بھائی میرے یہ مجسمہ میں اپنے جنم دن پر خود اپنے حضور میں پیش کرونگا۔ حضور اجازت دیں تو ایک ادھر جست لگا لوں!،،

شوبین نے پیچھے سے خود کو ٹھوکا دے دیکر دو تین چھلانگیں لگائیں۔

برسینیف کپڑا اٹھاکر مجسمے پر ڈال دیا۔

''اف رے نیک دل!،، شوبین نے کہا۔ ''دیکھتے ہیں تاریخ کس کو سب سے زیادہ نیک‌دل مانتی ہے؟ خیر سب ٹھیک ہے! اور اب،، اس نے بڑی اداسی اور گمبھیرتا کے ساتھ مٹی کے تیسرے بڑے سے مجسمے سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''اب تم ایک ایسی چیز دیکھوگے جسے دیکھ کر تم اپنے دوست کے انکسار اور لوگوں کے دل کی گہرائیوں میں جھانک لینے کی صلاحیت کا لوہا مان لوگے۔ اور دل کو سمجھاؤگے کہ وہ پھر ایک ایماندار فنکار کی طرح یہ محسوس کر رہا ہے کہ خود اپنے اوپر انگلی اٹھانا کتنا ضروری کتنا فائدے مند ہے۔ دل تھام لو!،،

نقاب اٹھی اور برسینیف کو اپنے سامنے دو سر ایک دوسرے میں اس طرح گڈمڈ نظر آئے جیسے دونوں ساتھ اگے ہوں۔ پہلی نظر میں اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ کیا ہے، زیادہ غور سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ ایک سر آننوشکا کا ہے اور دوسرا خود شوبین کا۔ مجسمے کیا تھے اچھے خاصے کارٹون تھے۔ آننوشکا ایک موٹی تازی خوبصورت لڑکی دکھائی گئی تھی۔ تنگ پیشانی، موٹی آنکھیں اور شریر اور چپٹی ناک۔ اس کے موٹے ہونٹ ڈھٹائی سے مسکرا رہے تھے۔ اس کے بےپرواہ چہرے سے الھڑپن، جرات اور ایک حد تک نیک‌دلی ٹپک رہی تھی۔ شوبین نے خود کو ایک بدحال، سوکھا سارا رند دکھایا تھا۔ چہرے پر چھدرے بالوں کی بےجانی لٹیں جھولتی ہوئی ''پچکے ہوئے گال،، خالی خالی بےجان نگاہیں، اور مردے کی سی نوکیلی ناک۔

١٣٥

برسینیف نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''کیوں بھائی، کیسی ہے جوڑی؟'' شوبین نے پوچھا۔ ''اس کے لئے کوئی مناسب سا نام سوچ دو نا! پہلے دو مجسموں کے لئے تو میں نے خود سوچ لیا ہے۔ بسٹ مجسمے کے نیچے لکھا جائیگا ''وطن کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے والا سورما''۔ دوسرے مجسمے کے نیچے لکھونگا ''ذرا سنبھل کے ظالمو!'' اور اس کے نیچے کچھ یوں لکھ سکتے ہیں: ''فنکار پاویل شوبین کا مستقبل'' کیوں کیسا رہیگا؟''

''بند کرو یہ بکواس۔'' برسینیف نے جواب دیا۔ ''اس طرح کون وقت برباد کرتا ہے اس...'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لفظ استعمال کرے۔

''خرافات پر؟ یہی کہنا چاہتے ہو نا۔ نہیں میرے بھائی نہیں، سچ تو یہ ہے کہ اگر نمائش میں رکھنے کے قابل کوئی کام کیا ہے میں نے تو وہ یہ ہے!''

''ہاں خرافات پر۔'' برسینیف نے اتفاق کیا۔ ''کیا ہے یہ سب بکواس؟ پاویل، ہمارے دوسرے فنکار بدقسمتی سے اس طرف بہت زیادہ مائیں ہیں، لیکن تمھارا رجحان اس قسم کے فن کی طرف نہیں تھا دوست۔ تم اپنے فن کو بد نام کر رہے ہو۔''

''... واقعی یہ سمجھتے ہو؟'' شوبین نے اداسی سے کہا۔ ''میرا رجحان اس طرف نہیں ہے، لیکن اگر کبھی میں اس طرف مائل ہوا تو یہ قصور ہوگا — ایک خاص ہستی کا۔ جانتے ہو تم؟'' اس نے بڑے المیہ انداز میں تیوری چڑھا کر کہا۔ ''میں نے پینا پلانا بھی شروع کر دیا ہے؟''

''نہیں، نہیں!''

''بخدا!'' شوبین نے کہا اور اچانک ہنس دیا، اس کا چہرہ چمک اٹھا۔ ''ہاں، بھائی بہت کڑوی ہے، گلے سے نہیں اترتی اور پینے کے بعد سر جیسے ڈھول بن جاتا ہے۔ خود عظیم لوشچیخین... میرا مطلب ہے ماسکو کے یا بقول شخص روس کے سب سے بڑے شرابی خرلاسپی لوشچیخین کا کہنا ہے کہ مجھ سے کسی کا بھلا نہیں ہوگا۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے بوتل سے ذرا لگاؤ نہیں۔''

ڈائری کو ہمیشہ ہمیشہ کےلئے بند کر دیا۔ یہ تو ماضی کا خزانہ تھی اور اب اس کے تمام‌تر خیالات، اس کا پورا وجود مستقبل کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ وہ بہت اداس تھی۔ وہ ماں کے پہلو میں بیٹھتی، اس ماں کے جس سے دور دور کسی بات کا شبہہ بھی نہ تھا، اس کی باتیں سنتی، اس کے سوالوں کے جواب دیتی، اس سے باتیں کرتی، اور اسے ایسا لگتا جیسے وہ کوئی بڑی مجرمانہ سی حرکت کر رہی ہے۔ اسے ایسا لگتا کہ اس کی روح میں جھوٹ سانس لے رہا ہے۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جس پر وہ شرمندہ ہو، لیکن اس کا من دکھی رہتا۔ باربار اس کے دل میں یہ خواہش مچلنے لگتی کہ اپنی ماں کو سب کچھ صاف صاف بتا دے۔ جو ہو سو ہو، دل تو ھلکا ہو جائیگا۔ وہ سوچتی: ''آخر دمیتری مجھے اسی وقت، اسی گرجا سے کیوں نہ لے گیا؟ جہاں اس کا دل چاھتا وھیں لے جاتا؟ کیا اس نے مجھ سے نہیں کہا کہ خدا کی نظر میں میں اس کی بیوی ہوں؟ تو پھر میں یہاں کیوں ہوں؟،، وہ ہر ایک سے بھاگنے لگی، اووار ایوانووچ تک سے بچنے لگی۔ وہ عجیب الجھن میں پھنسے ہوئے، اکثر اپنی انگلیاں مروڑتے رہتے۔ اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے انسانوں اور چیزوں میں اب اس کے لئے سہاناپن نہ رہا۔ وہ اب ایلینا کو دوستانہ معلوم نہ ہوتیں، وہ تو اب ایک پیارے خواب کی طرح دھندلی اور مبہم بھی نہ لگتیں، بلکہ ہر وقت ہر گھڑی، بھیانک خواب کی طرح اسے جھنجھوڑتی رہتیں، ایک بےجان اور بےحس بوجھ تھا کہ سینے پر دھرا ہوا تھا۔ وہ ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھتی۔ اس کی ایک ایک بات پر منہ بناتی۔ اور اسے اپنانے سے انکار کرتی ہوئی معلوم ہوتیں۔ ''تم آج بھی ھماری ہو،، ارد گرد کی فضا کہتی۔ ایلینا کو ایسا لگتا کہ اور تو اور اس کے دکھیارے جانور، زمانے کے ستائے ہوئے یہ پرند و چرند بھی اسے ملامت بھری نظر سے دیکھتے، ان کی نظروں میں اب وہ پہلا سا بھروسہ نہ تھا۔ اور ان جذبات پر شرم سے اس کا سر جھک جاتا۔ ''کچھ بھی ہو یہ میرا گھر ہے!،، وہ دل سے کہتی ''میرے عزیز رشتےدار ھیں، میرا وطن ہے!،، ''نہیں۔ نہ یہ ملک تمھارا وطن ہے، نہ یہ لوگ تمھارے عزیز!،، دوسری آواز مصر تھی۔ وہ اپنی بزدلی پر جھنجھلا جاتی اور اس کا دل خوف سے کانپنے لگتا۔ ابھی تو

کو سلام کیا - استاخوف نے کھکارا اور دھم سے ایک آرام کرسی میں دھنس گیا - اور پھر قہوہ لانے کا حکم دیکر آخر اس نے اپنی ٹوپی اتاری - قہوہ لایا گیا - اس نے ایک پیالی پی، باری ساری سب کو غور سے دیکھا اور منھ ھی منھ میں بڑبڑایا : «Sortez, s'il vous plaît»* اور پھر بیوی کی طرف مڑے ہوئے کہا : «Et vous, madame, restez, je vous prie»**

آننا واسیلےونا کے سوا اور سب چلے گئے - الجھن اور اضطراب کے عالم میں اس کا سر چکرانے لگا - نکولائی آرتیمئےوچ کا یہ سنجیدہ انداز اسے مارے ڈال رہا تھا - اسے یقین تھا کہ کوئی غیر معمولی بم پھٹنےوالا ہے-

''کیا بات ہے!،، دروازہ بند ہوتے ھی اس نے پوچھا -

نکولائی آرتیمئےوچ نے بڑی بےپروائی سے اس پر ایک نظر ڈالی-

''کوئی خاص بات نہیں ہے - یہ کیا انداز ہے آپکا، ہمیشہ قربانی کے بکرے کا روپ دھارے رہتی ہیں ؟،، اس نے ایک ایک لفظ کے ساتھ ہونٹوں کے کونوں کو جھکاتے ہوئے کہا - ''میں تو بس اتنی سی بات بتانا چاھتا ہوں کہ آج کھانے پر ہمارے ساتھ ایک نئے مہمان بھی ہونگے - ،،

''کون صاحب ہیں ؟،،

''ایگور اندریئےوچ کورناتوفسکی - آپ ان سے واقف نہیں ہیں - سینٹ کے چیف سکریٹری !،،

''وہ آج کھانا ہمارے ساتھ کھائینگے ؟،،

''جی ھاں - ،،

''اور آپ نے مجھے صرف یہ بتانے کےلئے سب لوگوں کو باھر بھجوایا تھا ؟ ،،

نکولائی آرتیمئےوچ نے آننا واسیلےونا پر پھر ایک نظر ڈالی - مگر اس دفعہ ان نگاھوں میں بڑا طنز تھا -

''اور اس سے آپ کو بہت تعجب ہوا ؟ ابھی ٹھیرئیے تعجب تو اب ہوگا - ،،

---

* مہربانی سے آپ لوگ چلے جائیے -

** اور مادام آپ یہیں ٹھیرئیے -

باتیں ایک خاص حد تک، ایک خاص عمر تک ٹھیک ھیں - لیکن اب وقت آ گیا ھے کہ وہ اس دھند سے اس مبہم زندگی سے نکل آئے - ان بھانت بھانت کے فنکاروں، طالبعلموں اور سونٹینگرینوں کے جھرسٹ سے نکلے اور اوروں کی طرح زندگی بنانی شروع کرے - ،،

''آپ کی باتوں کا کیا مطلب سمجھوں میں ؟،، آننا واسیلےونا نے پوچھا -

''افوہ، سہربانی سے پہلے میری بات سنئے - ،، نکولائی آرتیمئےوچ نے اس طرح ھونٹ جھکاتے ھوئے جواب دیا - ''میں آپ سے صاف صاف کہنا چاھتا ھوں، بنا کسی لاگ لپیٹ کے کہتا ھوں کہ اس نوجوان سے یعنی کورناتوفسکی سے میری ملاقات — میری دوستی ھو گئی ھے اور مجھے امید ھے کہ میں اسے اپنا داماد بنا سکونگا - مجھے یقین ھے کہ اسے دیکھنے کے بعد آپ مجھ پر کسی قسم کی جلدبازی یا جانب‌داری کا الزام نہیں لگائینگی،، (نکولائی آرتیمئےوچ بولتا رہا اور اپنی تقریر کے حسن پر خود ھی شیدا ھوتا رھا -) '' بہترین تعلیم یافتہ، قانون‌دان، لاجواب حسن اخلاق، تینتیس سال کی عمر، چیف سکریٹری اور کاؤنسل کا ممبر، سینٹ استانی‌سلاف کا تمغہ حاصل کر چکا ھے- مجھے امید ھے کہ یہ آپ بھی سانینگی کہ میں pères de comédie* کی طرح نہیں ھوں جو رتبے کے پیچھے بھاگتے پھرتے ھیں - آپ نے خود ھی مجھے بتایا تھا کہ ایلینا نکولائی‌ونا کو مضبوط کردار کے کاروباری قسم کے جوان پسند ھیں : ایگور اندریئےوچ اپنے کام میں پہلے باعمل جوان ھے - اور دوسری طرف، میری بیٹی فیاضی اور کشادہ‌دلی کی مالک ھے - اور آپ جانتی ھیں جیسے ھی ایگور اندریئےوچ کی حیثیت — آپ میرا مطلب سمجھ رھی ھیں نا ؟ — حیثیت اتنی ھوئی کہ وہ اپنی تنخواہ میں بافراغت زندگی گزار سکیں، ویسے ھی اس نے اپنے بھائیوں کی خاطر باپ کے ترکے کی سالانہ آمدنی سے ھاتھ اٹھا لیا - ،،

''اور اس کے باپ کون ھیں؟،، آننا واسیلےونا نے پوچھا -

'' اس کے والد ؟ اس کے والد نے بھی اپنے خاص میدان میں

---

* طربیہ کہانی میں باپ کا کردار-

کھایا - پاپا کی شاید انگریزی کلب میں ان سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے ان حضرت کو مدعو کر لیا - ظاہر ہے کل تو وہ منگیتر کی حیثیت سے یہاں نہیں آئے تھے - لیکن میری اچھی سی امی نے ، جنھیں ابا نے اپنے راز میں شریک کر لیا تھا ، دھیرے سے میرے کان میں بتا دیا کہ یہ حضرت کون ہیں - ان حضرت کا نام ہے ایگور اندریئےوچ کورناتوفسکی- سینٹ کے چیف سکریٹری ہیں - تم لاؤ ذرا ان کا حلیہ بیان کروں - درمیانی قد، تم سے چھوٹا - گٹھیلا بدن ؛ نقدش مناسب ہیں ، چھوٹے چھوٹے بال اور بڑے بڑے گل‌مچھے - آنکھیں چھوٹی (تمھاری طرح) بھوری اور تیز تیز- ہونٹ بڑے بڑے اور سپاٹ - ان کی آنکھوں اور ہونٹوں پر مستقل ایک مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے، جو نجانے کیوں بڑی کاروباری سی لگتی ہے، جیسے ڈیوٹی پر ہو - بات کرنے کا انداز سیدھا سادا مگر نمایاں — یہ نمایاں‌پن ان کی چال ڈھال، مسکراہٹ، کھانے پینے کے ڈھنگ، غرض کہ ہر بات کام کرنے کی صورت میں - ”لینا نے اسکا کیا خوب مطالعہ کیا ہے !“، اس وقت یہی سوچ رہے تھے نا - ہاں، تاکہ تمھیں ان کی ساری تفصیل لکھ سکوں - ہاں بھئی کیسے نہ کرتی اپنے منگیتر کا مطالعہ ! کچھ عجیب فولادی‌پن ہے ان میں - ساتھ ہی کندپن اور خالی‌پن سا بھی ہے - پر کہتے ہیں وہ بڑے ایماندار ہیں ! تم بھی فولادی ہو ، پر ویسے نہیں جیسے وہ ہیں ! کھانے کی میز پر وہ میرے قریب بیٹھے تھے - شوبین ہمارے سامنے والی نشست پر تھا - شروع میں کسی قسم کے تجارتی ادارے پر بات ہوتی رہی - کہتے ہیں وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں - سنا ہے کسی بڑی فکٹری کا انتظام سنبھالنے کی خاطر اپنی سول سروس تک کو چھوڑنے کو تیار تھے - پھر نجانے کیوں ارادہ بدل دیا ! اور پھر شوبین نے تھیٹر کا ذکر چھیڑ دیا - مسٹر کورناتوفسکی نے کہا کہ وہ فن کے بارے میں بالکل کورے ہیں - اور اس انکار میں کوئی مبالغہ نہ تھا - مجھے فوراً تمھارا خیال آیا - لیکن میں نے دل ہی دل میں کہا : نہیں میں اور دمیتری کورے تو ہیں ، پر اس طرح نہیں ! ان حضرت کا تو گویا کچھ یہ مطلب تھا : ’میں فن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے - لیکن خیر ملک میں جمی جمائی حکومت ہو تو اسے برداشت کیا جا

تھا۔ کورناتوفسکی صاحب نے سائنس، اور یونیورسٹیوں وغیرہ کی اهمیت سے انکار تو نہیں کیا، لیکن میں سمجھ گئی کہ برسینیف اسقدر جزبز کیوں هیں۔ کورناتوفسکی کی نظر میں ان چیزوں کی بس اتنی هی اهمیت ھے جتنی کسی قسم کسرت کی هوگی۔ کھانے کے بعد شوبین میرے قریب آیا۔ 'یه حضرت اور وہ دوسرے صاحب (وہ تمھارا نام زبان پر نہیں لا سکتا) دونوں هی عمل کے قائل هیں۔ لیکن فرق دیکھئے ذرا! ان صاحب کے هاں خلوص ان کے سامنے ایک زندہ و جاوید مقصد ھے، جو خود زندگی نے انھیں دیا ھے۔ اور یہاں، یہاں تو فرض کا احساس تک نہیں ھے۔ ایک افسرانه ایمانداری ھے، بےجان وبےمقصد قابلیت ھے اور بس۔'، شوبین آدمی بہت تیز ھے۔ میں نے تمھاری خاطر اس کے الفاظ یاد کر لئے، لیکن میرے خیال میں تو تم دونوں میں کوئی چیز مشترک نہیں ھے! تمھارے هاں یقین ھے اور اس کے هاں کچھ نہیں، صرف اپنے اندر یقین رکھنا میری نظر میں بیکار ھے۔

''وہ بہت دیر میں گئے، پھر بھی امی نے کسی نه کسی طرح وقت نکال کر مجھے بتا هی دیا که میں ان کے من کو بھا گئی هوں اور ابا اس سے بہت خوش هیں... کون جانے میرے لئے بھی انھوں نے اعلان کر دیا هو که میں بہت بارعب هوں؟ امی کی بات سن کر میرا دل چاها که امی سے کہوں 'امی مجھے بہت افسوس ھے، لیکن میرا تو شوهر موجود ھے۔'، لیکن میں نے خود کو روک لیا۔ پاپا تمھیں اتنا ناپسند کیوں کرتے هیں آخر؟ اماں کی بات هوتی تو کسی نه کسی طرح...

''میری جان! میں نے تمھیں ان حضرت کے بارے میں یه سب تفصیل اس لئے لکھی که میری اداسی، میری تنہائی کچھ دور هو سکے۔ میں تمھارے بنا زندہ نہیں رہ سکتی! میں تمھاری آواز سن کر، تمھاری صورت دیکھ کر جیتی هوں... میں تمھاری راہ دیکھ رهی هوں، تمھاری منتظر هوں — مگر یہاں اس گھر میں نہیں۔ یہاں همارے لئے بہت کٹھن هوگا، بڑے دکھی رهینگے هم! جانتے هو کہاں، اسی کنج میں جہاں میں نے تمھیں لکھا تھا۔ اوہ، میری جان! مجھے تم سے کتنا پیار ھے!''

چوری چوری اس سے ملی، ان کی ملاقات ماسکو ندی کے سامنے ایک چھوٹے سے کنج میں ہوئی۔ انھیں بس دوچار باتیں کرنے کا موقع مل سکا۔ شوبین آننا واسیلےونا کے ساتھ ماسکو چلا گیا، برسینیف چند دن بعد آیا۔

۱۴۷

اینساروف اپنے کمرے میں بیٹھا تیسری بار وہ سب خط پڑھ رہا تھا، جو کسی آنےجانے والے کے ساتھ بلغاریہ سے آئے تھے، ڈاک سے خط و کتابت کرنے میں خطرہ تھا۔ ان خطوں نے اسے چونکا دیا۔ مشرق میں حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ رجواڑوں پر روسی فوج کے قبضے نے عام بےچینی پیدا کردی تھی، طوفان مچل رہا تھا۔ فضا میں جنگ کی بو بسی ہوئی تھی۔ چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ یہ شعلے بھڑک کر کب کس سمت میں پھیل جائیں گے۔ کب کب کے دبے ہوئے جھگڑے اور شکایتیں، کب کب کی سوئی ہوئی امیدیں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ اینساروف کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس کی امیدوں کے کنول کھلنےوالے ہیں۔ ''لیکن کیا واقعی وقت آ گیا ہے؟ ناکامی کا منھ تو نہیں دیکھنا پڑےگا؟'' اس نے اضطراب کے عالم میں دل سے پوچھا۔ ''ہم ابھی پوری طرح تیار نہیں ہیں، خیر جو ہو سو ہو۔ ہمارا جانا ضروری ہے!''

گیلری میں کچھ آہٹ سی ہوئی۔ دروازہ کھلا اور ایلینا کمرے میں داخل ہوئی۔

اینساروف سر سے پاؤں تک کانپتا ہوا اس کی طرف لپکا، وہ اس کے سامنے، گھٹنوں کے بل جھکا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا۔

''تمھیں میرے آنے کا ذرا بھی خیال نہ تھا؟'' ایلینا نے ہانپتے ہوئے کہا (وہ بھاگتی ہوئی سڑھیاں طے کرکے آرہی تھی) ''جان! میری جان!'' اس نے اپنے ہاتھ اینساروف کے سر پر رکھ دئے اور چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ ''تو یہاں رہتے ہو تم؟ مجھے تو منٹوں میں تمھارا گھر مل گیا! تمھارے مالک مکان کی بیٹی نے راستہ دکھا دیا۔ ہم پرسوں واپس آ گئے۔ میں تمھیں خط لکھنا چاہ رہی تھی، پھر سوچا یونہی یکدم چلی چلوں۔ بس پندرہ منٹ کےلئے آئی ہوں۔ اٹھو، دروازہ بند کردو۔''

''یہ تو اتنے بہت سے ہیں، اور اتنی باریک لکھائی میں لکھے ہوئے ہیں... اور مجھے اب جانا چاہئے۔ چھوڑو انہیں ! کسی رقیب کے تو نہیں ہیں ؟ ارے یہ روسی میں نہیں ہیں ،، اس نے باریک باریک کاغذ سرکاتے ہوئے کہا۔

اینساروف نے اس کے قریب آ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف مڑی ، مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔

''یہ خط بلغاریہ سے آئے ہیں ، ایلینا۔ میرے دوست لکھ رہے ہیں کہ وہ مجھے واپس بلانا چاہتے ہیں۔ ،،

''ابھی ؟ وہاں ؟،،

''ہاں — ابھی ، ابھی وقت ہے، ابھی سفر ممکن ہے۔ ،،

اچانک اس نے اپنے بازو اینساروف کی گردن میں حمائیل کردئیے۔

''مجھے بھی اپنے ساتھ لےجاؤگے نا؟ ،،

اس نے ایلینا کو سینے سے چمٹا لیا۔

''میری پیاری ، میری اچھی سی بچی ، میری خیالی محبوبہ ، تو نے کس پیار سے کہی ہے یہ بات ! لیکن کیا یہ حماقت نہیں ہوگی ، گناہ نہیں ہوگا ، میں خود بےگھر بےدر ہوں اپنے ساتھ تجھے بھی ٹھوکریں کھلواؤں ، اور وہ بھی کہاں کہاں کی !،،

اس نے اینساروف کے منھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''چپ ! نہیں تو میں خفا ہو جاؤں‌گی ، پھر کبھی تمھارے پاس نہیں آؤں‌گی۔ لیکن کیوں ، کیا ہم نے سب سوچ بچار نہیں کرلی، سب کچھ طے نہیں ہوچکا ؟ کیا میں تمھاری بیوی نہیں ہوں ؟ میاں اور بیوی یوں جدا ہوا کرتے ہیں کیا ؟ ،،

''بیویاں لڑائی پر نہیں جائیں ،، اس نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ہاں ، جب ان کےلئے ٹھیرنا ممکن ہو تب ، لیکن میں یہاں کیسے ٹھیر سکتی ہوں ؟ ،،

''ایلینا ، تو حور ہے ! لیکن سوچو تو سہی ، ہو سکتا ہے مجھے بہت جلد ماسکو سے جانا پڑے — دو ہفتے کے اندر اندر۔ اب میرے لئے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے اور اپنا کام ختم کرنے کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ ،،

"کیوں، شرم کیوں آئے؟ پاسپورٹ مل جائے تو کیا کہنا - لیکن اگر یہ ناممکن ہے تو..."

"یہ سب ہم بعد میں طے کریں گے، ابھی اسے چھوڑو -"

انسا روف نے کہا "ابھی مجھے سارا جائزہ لینے دو، سوچنے دو - ہم سب کچھ سوچیں گے، ہر چیز پر غور کریں گے - روپیہ تو میرے پاس بھی تھوڑا بہت نکل آئے گا -"

ایلینا نے ہاتھ بڑھا کر اینسا روف کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بال ہٹائے -

"اوہ دمیتری! ساتھ ساتھ سفر کرنا کتنا شاندار رہے گا -"

"ہاں" اینسا روف نے کہا "اور وہاں، جہاں ہم جا رہے ہیں..."

"کیوں؟" ایلینا نے کہا "دونوں کے ساتھ ساتھ ختم ہوجانے میں حسن نہیں ہے کیا؟ ہاں لیکن مریں کیوں؟ ہم جوان ہیں ہم جیئں گے- کیا عمر ہے تمھاری؟ چھبیس سال؟"

"چھبیس -"

"اور میں بیس سال کی ہوں... ابھی بہت وقت ہے ہمارے سامنے - اوہ! تم مجھ سے بھاگنا چاہتے ہو؟ تجھے روسی عشق کی ضرورت نہ تھی بلغار! دیکھتے ہیں اب مجھ سے بھاگ کے کہاں جاؤ گے تم! اف اگر اس دن میں تمھارے پاس نہ آتی تو کیا ہوتا؟"

"ایلینا تم جانتی ہو، میں کیوں بھاگ رہا تھا -"

"جانتی ہوں، تم اپنی محبت سے خوفزدہ تھے - لیکن کیا واقعی تمھیں ذرا بھی خیال نہ تھا کہ تم بھی کسی کے من میں بسے ہوئے ہو؟"

"بخدا، ذرا خیال نہ تھا -"

ایلینا نے بڑی پھرتی سے اچانک اینسا روف کو چوم لیا -

"اسی لئے تو مجھے تم سے پیار ہے- اچھا اب رخصت -"

"کچھ دیر اور نہیں ٹھیر سکتیں ایلینا؟" اینسا روف نے پوچھا -

"نہیں، میری جان نہیں - تم سمجھتے ہو، یوں اکیلے آنا میرے لئے بہت آسان تھا؟ پندرہ منٹ دیر ہوئی بیت چکے" اس نے اپنی شال اور ٹوپی پہنی - "کل شام تم ہمارے ہاں آنا - نہیں پرسوں - ملاقات بڑی اکتاہٹ بھری اور بے رنگ رہے گی، لیکن کیا کیا جائے -

سلسلے میں کیا کرے ؟ قانونی طریقے سے اس کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنا نا ممکن تھا ۔ چوری چھپے شادی کرکے اس کے ماں باپ کو اطلاع کردیں تو کیسا رہے گا ؟ " پھر وہ ہمیں جانے کی اجازت دے دیں گے " اس نے سوچا ۔ "اور اگر اجازت نہ ملی ؟ پھر بھی ہم کسی نہ کسی صورت سے جائیں گے پر جائیں گے ۔ اور اگر کہیں انھوں نے حکام سے شکایت کردی ... اگر ... نہیں بہتر یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح پاسپورٹ حاصل کرنے کی کوشش کروں ! "

اس نے سوچا کہ وہ اپنے ایک جاننے والے سے (کسی کا نام لئے بنا) اس سلسلے میں اصلاح لے گا ۔ یہ صاحب پنشن یافتہ یا نوکری سے برخواست کئے ہوئے سرکاری وکیل تھے اور اس قسم کے معاملات میں بہت تجربہ کار تھے ۔ اس شخص کا مکان قریب نہ تھا ۔ ایک خستہ حال گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر وہاں تک پہنچتے پہنچتے اینساروف کو ایک گھنٹہ لگ گیا ، لیکن قسمت کی خوبی کہ وہ حضرت گھر پر نہ ملے ۔ واپسی میں اچانک تیز بارش نے اسے آن گھیرا اور وہ سر سے پاؤں تک بھیگ گیا ۔ اگلے دن صبح کو سر میں شدید درد کے باوجود اینساروف دوبارہ اس سہم پر نکل کھڑا ہوا ۔ پنشن یافتہ وکیل نے توجہ سے اس کی بات سنی ، وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ڈبے سے نسوار نکال نکال کر چڑھاتا رہا ۔ ڈبے پر ایک جوان اور بھرپور جل پری کی تصویر بنی ہوئی تھی ۔ وہ نسوار کے رنگ کی چھوٹی چھوٹی چالاک آنکھوں کے کونوں سے نووارد کو دیکھتا رہا ۔ پوری بات سننے کے بعد اس نے "اصل واقعات کی زیادہ تفصیلی رپورٹ" مانگنی چاہی ، لیکن یہ دیکھ کر کہ اینساروف اور زیادہ بتانے پر تیار نہیں ہے (وہ تو دل ہی دل میں یہاں آ کر پچھتا رہا تھا) اس نے صرف اس قدر رائے دی کہ سب سے پہلے تو نووارد کو pieniądze * رقم جمع کرنا چاہئے ۔ "اور پھر کسی دن یہاں آؤ " اس نے نسوار چڑھاتے ہوئے کہا " کسی ایسے وقت جب کہ تمہارے دل میں زیادہ بھروسہ ہو اور بے اعتمادی کم ہو ۔ اور جہاں تک پاسپورٹ کا سوال ہے " اس نے جیسے اپنے آپ سے بولتے ہوئے کہا "تو یہ تو انسان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ۔ مان لو کوئی عورت سفر کررہی

---

* روپئے ۔

''ارے بھول گئے آپ ؟'' اس نے ہنستے ہوئے اینساروف کی نظروں میں نظریں ڈال دیں ۔ اور ان ہنستی ہوئی نگاھوں کا مطلب اینساروف کے سوا کوئی بھی نہ سمجھ سکا ۔ ''میرا مطلب ھے روسیوں کے لئے آپ کی بلغاری ریڈر کس رنگ میں ھے؟''

«Guelle bourdel» * استاخوف بڑبڑایا ۔

زویا پیانو کے پاس جا بیٹھی ۔ ایلینا نے انتہائی دھیرے سے کندھے جھٹکے اور نظروں ھی نظروں میں دروازے کی طرف اشارہ کیا جیسے اینساروف کو گھرجانے کی اجازت دے رھی ھو ۔ پھر اس نے انگلی سے دو دفعہ میز کو چھوا اور اینساروف کو دیکھا ۔ وہ سمجھ گیا کہ ایلینا دو دن بعد اس سے ملےگی ۔ ایلینا نے دیکھا کہ اینساروف اس کا مطلب سمجھ گیا ھے اور اس کے چہرے پر مسکراھٹ بکھر گئی ۔ اینساروف اٹھ کھڑا ھوا اور جانے کی اجازت مانگی ، کیوں کہ اس کی طبیعت کچھ خراب سی ھو رھی تھی ۔ کورناتوفسکی آ گیا ۔ نکولائی آرتیمئےوچ اچھل پڑا ۔ اس نے سیدھا ھاتھ سر سے اوپر اٹھایا اور بڑی محبت سے چیف سکریٹری کے ھاتھ پر رکھ دیا ۔ اینساروف اپنے رقیب کو ایک نظر دیکھنے کی خاطر چند منٹ اور ٹھیرا ۔ ایلینا نے دھیرے سے سر ھلایا، میزبان نے ان دونوں کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اینساروف نظروں ھی نظروں میں ایلینا کو سلام کرکے رخصت ھوگیا ۔ شوبین سوچتا رھا، سوچتا رھا اور پھر کسی ایسے قانونی مسئلے پر کورناتوفسکی سے الجھ پڑا جس کے بارے میں اس کی کچھ بھی معلومات نہ تھیں ۔

اینساروف رات بھر نہ سوسکا، صبح اٹھا تو طبیعت بڑی بوجھل محسوس ھوئی ۔ اس کا سر بہت بھاری ھورھا تھا اور وہ بھولا بھولا سا محسوس کر رھا تھا ۔ پھر بھی اس نے اپنے کاغذات ٹھیک ٹھاک کئے اور کچھ ضروری خط لکھنے بیٹھ گیا ۔ دوپہر تک اسے بخار چڑھ گیا ۔ وہ کھانا بھی نہ کھا سکا ۔ شام ھوتے ھوتے بخار بہت تیزی سے بڑھنے لگا ۔ ساتھ ھی اس کے جوڑ جوڑ میں شدید درد ھونے لگا ۔ اس کا سر پھٹا جا رھا تھا ۔ وہ اس صوفے پر لیٹ گیا جس پر ایک دو دن پہلے ایلینا بیٹھی تھی ۔ وہ سوچنے لگا : ''خوب سزا ملی

---

* کیا بکواس !

''کہو ؟ ،، اس نے درزی سے کہا ۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے جناب،، درزی نے پہلو بدلتے ہوئے دھیرے دھیرے کہنا شروع کیا ۔ وہ تین انگلیوں سے قمیص کا کف پکڑے بار بار سیدھا ہاتھ ہوا میں نچا رہا تھا ۔ ''میرے کرائے دار کو نجانے کیا ہوگیا، وہ بہت بیمار ہیں ۔ ،،

''اینسا روف ؟،،

''جی ہاں ، ہمارے کرائے دار۔ کون جانے کیا ہوگیا ۔ کل صبح تک اچھے خاصے چل پھر رہے تھے ۔ شام کو کہا کہ پانی پیوں گا ۔ میری گھروالی نے انھیں پانی بھی پہنچا دیا ۔ رات بھر نجانے کیا بڑبڑاتے رہے۔ پردے کے پیچھے سے ہمیں آوازیں آتی رہیں ۔ آج صبح سے بالکل بے سدھ ہیں، ہاں ہوں کچھ بھی نہیں کر رہے ۔ ساکت و بےدم پڑے ہیں اور بخار میں بھن رہے ہیں ۔ خدا رحم کرے! میں نے سوچا کون جانے کب مرجائے ۔ جاؤں جا کر کوتوال کو خبر کردوں ۔ بالکل اکیلی جان ہے، بچارے کی ! مگر گھروالی نے کہا ' ارے ان کرائے دار کے ہاں جا ، جن کے بنگلے میں ہمارے کرائے دار گرمی گزارنے گئے تھے ۔ کون جانے وہ تجھے کچھ مشورہ دیوے یا خود آجاوے ۔ ، سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ۔ کیوں کہ ایسے تو ہمارے لئے ناممکن ہے ۔ کل کلاں کو...،،

برسینیف نے جھپٹ کر ٹوپی اٹھائی ، درزی کے ہاتھ میں ایک روبل تھمایا اور وہ دونوں تیزی سے اینساروف کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے ۔

اینساروف کوٹ پتلون پہنے صوفے پر بےسدھ پڑا تھا ۔ اس کا چہرہ بالکل بدل گیا تھا ۔ برسینیف نے مکان‌دار اور اس کی بیوی سے کہا کہ اینساروف کا لباس بدل کر اسے پلنگ پر لٹاؤ اور خود تیزی سے ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا ۔ ڈاکٹر نے ایک ساتھ جونکیں اور سون سکھی لگانے کو کہا اور کلومل دینے اور خون چڑھانے کی رائے دی ۔

''مرض خطرناک ہے کیا ؟،، برسینیف نے پوچھا ۔

''ہاں ، بہت،، ڈاکٹر نے جواب دیا ۔ ''بہت سخت قسم کا نمونیا ہے۔ بدترین قسم کا ڈبل نمونیا ، دماغ پر بھی اثر ہونے کا خطرہ ہے۔ اور وہ ابھی جوان ہے ۔ اس کی اپنی قوت اس کے خلاف اٹھ کھڑی

ہے!،، اس نے سوچا کہ وہ ابھی اور ٹھیر جائے۔ اس کی نظریں کاغذوں کے ڈھیر سے لدی ہوئی میز پر جاٹکیں۔ اپنے خواب پورے کر سکےگا وہ؟،، برسینیف نے سوچا ''کہیں ایسا تو نہیں کہ کہانی کا انجام آپہنچا ہو؟،، اس تڑپتی ہوئی جوان زندگی کےلئے اس کا دل رو دیا۔ اس نے سوچا کہ میں اسے بچانے کےلئے اپنی بساط بھر سب کچھ کروں گا ...

رات بری کٹی۔ بیمار پر ہیضانی کیفیت طاری رہی۔ برسینیف رات میں کئی بار اپنے صوفے سے اٹھا، دبے پاؤں مریض کے پاس گیا اور بڑے دکھ کے ساتھ اینساروف کی بڑبڑاھٹ سنتا رہا۔ ایک دفعہ اینساروف نے اچانک بڑی صاف آواز میں کہا ''میں نہیں چاھتا، نہیں چاھتا، تجھے یہ نہیں چاھئے ...،، برسینیف نے چونک کر اینساروف کو دیکھا۔ اس کے دکھوں اور تکلیفوں سے مرجھائے ہوئے چہرے پر بلا کی سختی تھی اور اس کے ھاتھ بڑے بےجان انداز سے پہلو میں پڑے ہوئے تھے... ''میں نہیں چاھتا،، اس نے بہت ھی ھلکی آواز میں کہا۔

صبح کو ڈاکٹر آیا۔ اس نے سر ھلایا اور نیا نسخہ لکھنے لگا۔

''توڑ کا وقت ابھی دور ہے،، اس نے ٹوپی پہنتے ہوئے کہا۔

''اور توڑ کے بعد،، برسینیف نے پوچھا۔

''توڑ کے بعد؟ توڑ کے بعد * aut Caesar, aut nihil ،،

ڈاکٹر چلا گیا۔ برسینیف نے دو ایک بار سڑک پر چکر لگائے، تازہ ہوا کے بغیر گزارہ ممکن نہ تھا۔ وہ واپس آکر کتاب لے بیٹھا۔ وہ رومر کا مطالعہ ختم کر چکا تھا اور اب گروت ** کی کتاب پڑھ رہا تھا۔

اچانک دھیرے سے دروازہ چڑچڑایا اور مکان‌دار کی بچی نے سر نکال کر آھستہ سے اندر دیکھا۔ اس کا سر آج بھی بڑے سے رومال میں لپٹا ہوا تھا۔

---

* تخت یا تختہ۔

** گروت (۱۸۷۱ء — ۱۷۹۴ء) — انگریزی تاریخ داں۔

"آپ کیا کررھی ھیں ؟" برسینیف نے پوچھا۔
اس نے جواب نہیں دیا۔
"کیا کر رھی ھیں آپ ؟" برسینیف نے دوھرایا۔
"میں یہاں ٹھیروں گی۔"

"ھیں ؟.. کب تک ؟"
"نجانے کب تک۔ شاید پورے دن، پوری رات، شاید ھمیشہ ھمیشہ کےلئے ... کچھ کہہ نہیں سکتی۔"
"ایلینا نکولائی‌ونا، خدا کےلئے دل پر قابو کیجئے۔ مجھے دور دور بھی خیال نہ تھا کہ آپ کو یہاں دیکھوں گا، لیکن بہرحال ... میں سمجھتا ھوں کہ آپ ذرا سی دیر کےلئے آئی ھوں گی۔ سوچئے تو سہی، گھر پر آپ کا انتظار ھوگا ..."
"تو کیا ھوا ؟"
"آپ کی تلاش ھوگی ... آپ کو ڈھونڈھ لیں گے..."
"تو کیا ھوا ؟"
"ایلینا نکولائی‌ونا ! آپ دیکھ رھی ھیں ... وہ اب آپ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔"
ایلینا کا سر جھک گیا۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں منھ پر رومال رکھا اور اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ھچکیوں کی شدت سے اس کا سینہ پھٹا جا رھا تھا۔ اور پھر وہ ھچکیوں کا گلا گھونٹنے کےلئے اوندھے منھ صوفے پر گر پڑی۔ لیکن اس کا جسم جال میں پھنسے ھوئے پرندے کی طرح پھڑپھڑاتا رھا۔
"ایلینا نکولائی‌ونا... خدا کےلئے..." برسینیف نے اس کے قریب آتے ھوئے کہا۔
"اوہ؟ یہ کیا ھے؟" اچانک اینساروف کی آواز ابھری۔
ایلینا سیدھی ھو بیٹھی، اور برسینیف کے قدم جیسے زمین میں گڑ کے رہ گئے... کچھ دیر بعد وہ مریض کے پلنگ کے قریب گیا... اینساروف کا سر اسی طرح نقاھت کےساتھ تکیہ پر پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔
"ھیضانی کیفیت ھے کیا ؟" ایلینا نے زیرلب کہا۔
"غالباً" برسینیف نے جواب دیا "لیکن خیر یہ کوئی ایسی بات نہیں ھے، عام طور پر مریض کی ایسی کیفیت ھوتی ھے، خاص کر اگر..."

برسینیف نے اس کا ھاتھ تھام لیا ۔

''ھمت سے کام لیجئے،، اس نے کہا ''ڈھارس رکھئے ۔ آپ اسے میرے سپرد کررھی ھیں ۔ میں آج ھی شام کو آپ کے پاس آؤں گا ۔ ،،

ایلینا نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''اوہ میرے اچھے دوست ! ،، اور سسکیاں لیتی ھوئی تیزی سے باھر نکل گئی ۔

برسینیف دیوار کے سہارے کھڑا تھا ۔ دردانگیز اور تلخ جذبات نے اس کے دل میں ایک کسک سی پیدا کردی لیکن عجیب آنند تھا اس احساس میں ۔ ''میرے اچھے دوست !،، اس نے سوچا اور کندھے جھٹکے ۔

''کون ھے؟،، اینساروف کی آواز آئی ۔

برسینیف اس کی طرف بڑھا ۔

''میں ھوں دمیتری نیکانوروِوچ، کیا بات ھے؟ کیسی طبیعت ھے اب ؟،،

''اکیلے ھیں ؟،، مریض نے پوچھا ۔

''اکیلا ۔ ،،

''اور وہ ؟،،

''وہ کون ؟،، برسینیف چونک گیا ۔

اینساروف خاموش ھوگیا ۔

''پھول اور خوشبو !،، اس نے سرگوشی کی اور اس کی آنکھیں بند ھوگئیں ۔

(۲٦)

آٹھ دن تک موت اور زندگی میں جنگ ھوتی رھی ۔ ڈاکٹر برابر آتا رھا، وہ جوان تھا اور خطرناک مریضوں سے اسے خاص دلچسپی تھی ۔ شوبین نے اینساروف کی حالت سنی تو وہ بھی دیکھنے آیا، اینساروف کے بلغاری ساتھی بھی آتے رھے۔ ان میں سے برسینیف ان دو کو پہچان گیا جنھوں نے یوں اچانک بنگلے پر پہنچ کر برسینیف کو الجھن میں ڈال دیا تھا ۔ سب نے بڑی ھمدردی اور محبت کا اظہار کیا، بعض بعض نے تو یہ بھی کہا کہ وہ برسینیف کی جگہ مریض کی دیکھ بھال کےلئے ٹھیر جائیں گے ۔ لیکن اسے ایلینا سے اپنا

دھکیے نے اس کی صحت کو بالکل ھلا کر رکھ دیا ھے۔ بہرحال مریض بستر سے اٹھ کھڑا ھوا اور کمرے میں تھوڑا بہت چلنے پھرنے لگا۔ برسینیف اپنے فلیٹ میں واپس چلا گیا تھا لیکن روزانہ اپنے کمزور اور بیمار دوست کو دیکھنے آتا اور پہلے کی طرح روزانہ ایلینا کو اس کی صحت کی اطلاع دیتا۔ اینساروف کے دل میں اتنی تاب نہ تھی کہ ایلینا کو خط لکھ سکے۔ البتہ برسینیف سے باتیں کرتے ھوئے اشارتاً کبھی کبھی اس کا ذکر آجاتا۔ برسینیف نے بظاھر بڑی بےپروائی سے اسے بتایا کہ وہ برابر استاخوف گھرانے میں جاتا رھا، وہ اینساروف کو یہ یقین دلانے کی پوری کوشش کرتا رھا کہ ایلینا اس کی بیماری کی خبر سے بہت پریشان رھی لیکن اب مطمئن ھے۔ ایلینا نے بھی اینساروف کو خط نہیں لکھا۔ اس کے دماغ میں کچھ اور ھی گھوم رھا تھا۔ ۱٦۷

ایک دن برسینیف نے خوش ھوکر ایلینا کو بتایا کہ ڈاکٹر نے اینساروف کو کٹلیٹ کھانے کی اجازت دے دی ھے اور امید ھے کہ بہت جلد وہ باھر آنے جانے کے قابل ھوجائیگا۔ ایلینا نے سر جھکا لیا اور نجانے کیا سوچنے لگی ...

”میں آپسے کیا کہنےوالی ھوں، بوجھئے!،، اس نے کہا۔

برسینیف کچھ شرما سا گیا۔ وہ ایلینا کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

”شاید،، اس نے دوسری طرف دیکھتے ھوئے کہا ”آپ مجھ سے یہ کہنا چاھتی ھیں کہ آپ اسے دیکھنے کو بےتاب ھیں۔،،

ایلینا کے گال سرخ ھوگئے، اس نے زیرلب کہا:

”ھاں۔،،

”ھاں تو ٹھیک ھے۔ اب تو آپ آسانی سے یہ کر سکتی ھیں۔،،

”لعنت ھو،، اس نے سوچا ”کیسی بےھودہ بات آرھی ھے میرے دل میں!،،

”آپ کا مطلب ھے کہ یہ ممکن ھے...،، ایلینا نے کہا ”نہیں مجھے ڈرلگتا ھے۔ آپ تو کہہ رھے تھے کہ وہ بہت کم کبھی اکیلے ملتے ھیں۔،،

”تو اس میں کیا مشکل ھے،، برسینیف نے اسی طرح نظریں بچاتے ھوئے کہا ”میں خود اسے پہلے سے اس کی اطلاع نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ پرچہ لکھ دیجئے۔ اتنے قریبی دوست کو پرچہ لکھنے میں

کمزوری اور انتہائی خوشی کی وجہ سے اس کا سر چکرا رہا تھا اور دل دھک دھک کررہا تھا۔ اس کی ٹانگیں لڑکھڑائیں اور وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ ''پونے بارہ بجے ھیں،، اس نے اپنے آپ سے کہا ''بارہ بجے سے پہلے وہ ہرگز نہیں آسکتی۔ یہ پندرہ منٹ کاٹنے کےلئے کچھ اور سوچنا چاھئے۔ نہیں تو انتظار کی یہ گھڑیاں کاٹے نہ کٹ سکیں‌گی۔ بارہ سے پہلے وہ ہرگز نہیں آسکتی ... ،،

دروازہ چرچرایا، اور ایلینا ھلکا سا ریشمی لباس پہنے ھوئے اندر داخل ھوئی۔ آج وہ کمزوری و نقاھت، تازگی و رعنائی اور شباب و سرخوشی کی سورت لگ رھی تھی۔ وہ آئی اور خوشی کی ھلکی سی چیخ مارکر اس کے سینے سے لپٹ گئی۔

''تم زندہ ھو! تم میرے ھو،، اس نے اینساروف کی گردن میں باھیں ڈال دیں اور اس کے بالوں سے کھیلتے ھوئے کہا۔ وہ خاموش تھا، وہ ایلینا کے قرب، اس کے لمس اور خوشیوں کے اس طوفان سے بےتاب ھوکر ھانپ رھا تھا۔

وہ اینساروف کے قریب بیٹھ کر اس سے لپٹ گئی اور ھنسی کی پھلجڑیاں چھوڑتی اور محبت کے پھول برساتی ھوئی نظروں سے اینساروف کو دیکھنے لگی۔ پیار کی یہ چمک محبت کی متوالی کنواری آنکھوں کے سوا اور کہیں نظر نہیں آتی۔

اور پھر اس کا چہرہ اداس ھوگیا۔

''اف میرے دکھیا دمیتری، کتنے دبلے ھوگئے تم!،، اس نے اینساروف کے گال سہلاتے ھوئے کہا۔ ''اور داڑھی کس طرح بڑھ گئی ھے!،،

''تم بھی تو دبلی ھوگئیں میری ننھی ایلینا!،، اس نے ایلینا کی انگلیوں کو چومتے ھوئے جواب دیا۔

اس نے بڑی چنچل ادا کے ساتھ اپنی لٹیں جھٹک دیں۔

''ارے کوئی بات نہیں، دیکھنا ھم کتنی جلدی پھر تندرست و توانا ھوجائیں‌گے! طوفان اٹھا، اسی دن کی طرح جس دن ھم گرجا میں ملے تھے، طوفان آیا اور گزر گیا اور اب ھم جئیں‌گے!،،

اینساروف جواب میں مسکرادیا۔

''ایک بات بتاؤ، تمہارے دماغ میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ میری بیماری سزا ہے ہمارے گناہوں کی؟،،

ایلینا نے بڑے غور سے اینساروف کو دیکھا۔

''یہ خیال آیا تو تھا دمیتری لیکن پھر میں نے سوچا ' لیکن کس چیز کی سزا ملےگی مجھے؟ کونسے فرض سے نظریں چرائی ھیں میں نے؟ کونسا پاپ کیا ہے میں نے؟ شاید میرا خمیر اوروں جیسا نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو میرا خمیر خاموش تھا۔ یا کون جانے میں تمہاری قصوروار ہوں؟ میں تمہاری راہ میں رکاوٹ ھوں، تمھیں آگے بڑھنے سے روکتی،...،،

''تم مجھے نہیں روکتیں ایلینا، ہم ساتھ ساتھ جائیں گے۔،،

''ھاں دمیتری، ہم اکٹھے جائیں گے۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی... میرا فرض ہے یہ! میں تمہاری دیوانی ھوں... اور کوئی فرض نہیں جانتی میں!،،

''او ایلینا!،، اینساروف نے کہا ''تمہارا ہر ہر بول مجھے کیسے بندھنوں میں جکڑتا چلا جاتا ہے!،،

''بندھنوں کی بات کیوں کرو؟،، ایلینا نے جواب دیا ''ہم تم آزاد ھیں۔ ھاں آزاد،، اس نے سوچ میں ڈوبی ھوئی نظروں سے زمین کو تکتے ھوئے کہا۔ اس کی انگلیاں برابر اینساروف کے بالوں سے کھیل رھی تھیں۔ ''بہت کچھ جھیلا ہے میں نے پچھلے دنوں، بہت کچھ سوچا ہے، وہ باتیں سوچی ھیں، جن کو پہلے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ اگر پہلے کوئی مجھ سے کہتا کہ میں، ایک اونچے خاندان کی دوشیزہ، بھیس بدل کر اکیلی گھر سے نکل جاؤں، اور کہاں جانے کےلئے؟ کسی جوان سے ملنے اس کے گھر جانے کو... اف کس قدر بپھر جاتی میں یہ سن کر! اور اب، یہ سب ھوا، پر ذرا بھی نہ بپھری میں، اف خدا!،، ایلینا نے اینساروف کی طرف مڑتے ھوئے کہا۔

وہ نظروں ھی نظروں میں ایلینا کی پرستش کررھا تھا، اس کی نگاھوں کی یہ بےخودی دیکھ کر ایلینا نے اس کے بالوں سے اپنا ھاتھ کھسکایا، اور دھیرے سے اس کی آنکھیں بند کردیں۔

''دمیتری،، اس نے کہنا شروع کیا ''شاید تم نہیں جانتے، میں نے تمھیں یہاں پڑے دیکھا تھا، اس بھیانک بستر پر، موت کے خونخوار چنگل میں پھنسا ھوا اور بےھوش...،،

''آنکھوں میں یہ آنسو کیوں ایلینا ؟''، اینساروف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ۔

''میری آنکھوں میں ؟ آنسو ؟''، اس نے رومال سے آنکھیں پونچھیں ۔ ''اف حماقت ! لیجئے اسے یہ بھی خبر نہیں کہ خوشی میں بھی آنسو بہائے جاتے ہیں ۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ جب پہلی دفعہ میں نے تمھیں دیکھا تو مجھے تمھارے اندر کوئی خاص بات نظر نہ آئی ۔ سچ ۔ سچ مجھے یاد ہے پہلے پہل تو شوبین مجھے کسی حدتک بہتر لگا ۔ حالانکہ محبت میں نے اس سے کبھی نہیں کی ۔ اور اندرئی پیترووچ کا تو کہنا ہی کیا — اوہ ! ایک لمحہ ایسا بھی آیا جب میں نے سوچا : 'کیا یہی ہے وہ ؟' اور تم — کوئی خاص بات نہیں ، پھر بھی ... اب ... اب کس طرح میرا دل چرا لیا تم نے !''

''میرے حال پر رحم کرو !''، اینساروف نے کہا ، اس نے اٹھنا چاہا لیکن بےسدھ ہوکر بیٹھ گیا ۔

''کیا بات ہے؟ ''، ایلینا نے گھبرا کر پوچھا ۔

''کچھ نہیں ... ابھی تک کمزوری باقی ہے... ابھی مجھ سے اتنی خوشی برداشت نہ ہو سکےگی ۔ ''

''تو پھر خاموش بیٹھو ۔ ادھر ادھر ہلنا جلنا اور جذباتی ہونا بند کرو ''، ایلینا نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے ہوئے کہا ۔ ''اور یہ ڈریسنگ گاؤن کیوں اتار دیا آپ نے ؟ ابھی سوٹ نہیں پہننا چاہئے آپ کو ، آپ بیٹھئے میں آپ کو کہانیاں سناؤں گی ۔ بس آپ خاموش بیٹھے سنتے رہئے ۔ بیماری کے بعد آپ کو زیادہ بات چیت نہیں کرنی چاہئے ۔ ''

اس نے کورناتوفسکی اور شوبین کا ذکر کیا اور بتایا کہ پچھلے دو ہفتے وہ خود کیا کیا کرتی رہی ۔ اس نے کہا کہ اخبار کی خبروں سے ظاہر ہے کہ جنگ قریب ہے ۔ اس لئے تمھارے پوری طرح صحتیاب ہوتے ہی ہمیں وقت گنوائے بنا جلد ازجلد یہاں سے نکل جانے کی صورت نکالنی ہوگی ۔ وہ اینساروف کے پہلو میں بیٹھی، اس کے شانے پر سر ٹکائے باتیں کرتی رہی ۔

وہ سنتا رہا ۔ اس کا چہرہ کبھی زرد پڑجاتا اور کبھی چمک اٹھتا، اینساروف نے کئی دفعہ ایلینا کو خاموش کرنے کی کوشش کی ، اچانک وہ سیدھا ہو بیٹھا ۔

"ایلینا، میرے حال پر رحم کرو — جاؤ چلی جاؤ۔ مجھے ایسا لگ رہا ھے کہ میں مر جاؤں گا... مجھ سے یہ برداشت نہ ھو سکے گا۔ میری روح تیرے لئے بےچین ھے... ذرا سوچو، موت نے ھمیں تقریباً جدا کردیا تھا... اور اب، تو یہاں ھے، میرے بازوؤں میں — ایلینا!"

وہ سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔

"تو پھر مجھے اپنا لو"، اس نے دھیرے سے کہا کہ سننا مشکل تھا۔

(۲۹)

نکولائی آرتیمئےوچ کی بھویں تنی ھوئی تھیں، وہ مطالعے کے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ شوبین ٹانگ پر ٹانگ رکھے کھڑکی کے قریب بیٹھا بڑے اطمینان سے سگریٹ کے کش اڑا رہا تھا۔

"بند کیجئے اپنی چہل قدمی!"، اس نے سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ھوئے کہا "میں کب سے انتظار میں بیٹھا آپ کو تک رہا ھوں۔ کب آپ بات شروع کریں گے۔ گردن ٹوٹ گئی میری! واہ کیا انداز ھے آپ کا تنا ھوا اور ڈراسائی۔"

"آپ کو تو بس مذاق اڑانے سے مطلب ھے"، نکولائی آرتیمئےوچ نے جواب دیا "آپ میری حالت کو سمجھنا ھی نہیں چاھتے۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ میں اس عورت کا عادی ھوچکا ھوں۔ میرا دل کھنچتا ھے اس کی طرف، اس کی دوری میرے لئے بہت تکلیف‌دہ ھے۔ اکتوبر آن‌پہنچا، جاڑے کی آمد آمد ھے... وہ کر کیا رھی ھے ریوال میں؟"

"موزے بن رھی ھوگی، اپنے لئے، آپ کے لئے نہیں، اپنے لئے۔"

"ھنسیئے، اور ھنسیئے۔ لیکن یہ بتادوں میں آپ کو، کہ میں نے دوسری عورت نہیں دیکھی اس جیسی۔ وہ ایمان‌داری، وہ بےغرضی..."

"اپنی ھنڈی وصولی کے لئے دےدی اس نے؟ شوبین نے پوچھا۔

"یہ بےغرضی ھے"، نکولائی آرتیمئےوچ نے آواز اونچی کرتے ھوئے دوھرایا۔ "یہ تعجب‌خیز ھے۔ لوگ کہتے ھیں دنیا میں اور لاکھوں کروڑوں عورتیں پڑی ھیں۔ میں کہتا ھوں، دکھاؤ مجھے

سماتی ۔ آپ خود ھی دیکھئے ۔ وہ سمجھدار ھے، قابل ھے، اپنی محنت سے نام پیدا کیا ھے اس نے ۔ دو دو صوبوں کی ذمہ‌داری...،،

’’اور ’’یہ،، صوبے کے گورنر کو دھوکا دے رھا تھا ،، شوبین نے چوٹ کی۔

’’ھوسکتا ھے۔ غالباً یہی کرنا چاھئے تھا ۔ آخر وہ کاروباری آدمی ھے۔ اپنے کام میں ماھر ھے...،،

’’اور جوا بھی خوب کھیلتا ھے،، شوبین نے پھر چوٹ کی۔

’’ھاں، ھاں، جوا خوب کھیلتا ھے ۔ لیکن ایلینا نکولائی‌ونا... اس کو سمجھنا ناممکن ھے! میں تو آج تک کسی ایسے آدمی سے ملا نہیں جو سمجھ سکا ھو وہ چاھتی کیا ھے؟ گھڑی میں اولیا — گھڑی میں بھوت ۔ ابھی خوش، ابھی اداس، اچانک یوں گھلتی چلی جائیگی کہ فکر لاحق ھوجائے ۔ اور پھر خود ھی بھلی‌چنگی ھوجائیگی، اور سب یونہی، بےوجہ بےسبب...،،

ایک بےڈول ملازم اندر چلا آیا ۔ اس کے ھاتھ میں کشتی تھی، جس میں کافی کی پیالی، کریم‌دان اور بسکٹ رکھے ھوئے تھے ۔

’’باپ کو منگیتر پسند ھے،، نکولائی آرتیمئےوچ نے بسکٹ کھاتے ھوئے کہا ’’لیکن بیٹی کی بلا سے! اس سے تو وہ دن اچھے تھے جب والدین کی چلتی تھی، لیکن اب وہ زمانہ کہاں ! اب زمانہ بدل چکا ھے۔ اب تو جوان لڑکیاں ھر ایرےغیرے سے باتیں کرتی پھرتی ھیں ، الٹی سیدھی چیزیں پڑھتی ھیں، غضب خدا کا کنواری لڑکیاں اردلی اور ملازمہ کو ساتھ لئے بغیر تن‌تنہا گھومتی پھریں، ماسکو نہ ھوا پیرس ھوگیا ! زمانہ یہ سب دیکھتا ھے اور خاموش رھتا ھے ! کل ھی کی بات ھے میں نے پوچھا ایلینا نکولائی‌ونا کہاں ھیں ؟ جواب ملا باھر گئی ھیں ! کہاں ؟ معلوم نہیں ۔ یہ سب کیا ھے — اسے کہتے ھیں تہذیب ؟،،

’’مہربانی سے اپنی پیالی لےکر اس شخص کو چھٹی دیجئے !،، شوبین نے ٹوکا ۔ ’’خود ھی کہتے ھیں کہ devant les domestiques کی ضرورت نہیں ھے،، اس نے آواز نیچی کرتے ھوئے کہا ۔

ملازم نے بھویں چڑھا کر شوبین کو دیکھا ۔ اور نکولائی آرتیمئےوچ نے پیالی اٹھائی ، کافی میں کریم ڈالی اور مٹھی‌بھر بسکٹ اٹھالئے ۔

''نہیں نکولائی آرتیمئےوچ کل مجھے بہت کام کرنا ہے۔ ہاں کسی اور دن۔ '' اور وہ چلا گیا۔

نکولائی آرتیمئےوچ کی تیوری چڑھ گئی، اس نے کمرے کے دو تین چکر لگائے، اور پھر ''نکلس'' کا مخملی ڈبہ اٹھا کر بڑی دیر تک اسے تکتا رہا اور رومال سے صاف کرتا رہا۔ پھر وہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے گھنے سیاہ بالوں میں کنگھا کرنے لگا۔ اس نے چہرے پر بڑی سنجیدگی پیدا کرکے سر کو دائیں اور پھر بائیں طرف جھکایا، گالوں میں زبان گھمائی اور بہت غور سے مانگ کو دیکھتا رہا۔ اس کے پیچھے کوئی کھنکارا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، وہی ملازم تھا، جو کافی کی پیالی لے کر آیا تھا۔

''کیا کام ہے؟'' اس نے ملازم سے پوچھا۔

''نکولائی آرتیمئےوچ!'' ملازم نے بڑی سنجیدگی سے کہا ''آپ ہمارے سرکار ہیں۔ ''

''جانتا ہوں، ہوں تو پھر؟''

''نکولائی آرتیمئےوچ، خدا کےلئے خفا نہ ہوئیےگا۔ میں بچپن سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں، یہی دیکھ کر، سرکار میں خادم کی حیثیت سے آپ کی بھلائی کا خواستگار ہوں۔ اسلئے میں یہ کہنا چاہتا...''

''ہاں کہو کیا بات ہے؟''

ملازم نے پہلو بدلا۔

''آپ نے فرمایا تھا'' اس نے کہنا شروع کیا ''کہ آپ کو کچھ خبر نہیں رہتی ایلینا نکولائیونا کہاں جاتی ہیں۔ میں اس بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ ''

''کیا جھوٹ بکتا ہے؟ بدمعاش!''

''جیسی آپ کی مرضی سرکار! لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آج سے چوتھے دن میں نے انھیں ایک مکان میں جاتے دیکھا تھا۔ ''

''کہاں، کیا؟ کیسا مکان؟''

''میں... نے، وہ پاورسکایا سڑک کے قریب گلی میں۔ یہاں سے دور نہیں ہے۔ میں نے دربان سے پوچھا بھی تھا کہ یہاں کون کون کرائےدار رہتے ہیں؟''

نکولائی آرتیمئےوچ نے پاؤں پٹخا۔

کی ختم ہو چکی تھی۔ سینوپس کی پسپائی قریب تھی۔ اینساروف کو پچھلے دنوں جو خط ملے تھے ان میں سخت اصرار کیا گیا تھا کہ فوراً وطن واپس آؤ۔ وہ ابھی تک پوری طرح تندرست نہ ہوا تھا۔ کمزوری بہت تھی، وہ کھانستا رہتا اور کبھی کبھی بخار کا حملہ بھی ہوجاتا۔ لیکن وہ شاید ہی کبھی گھر پر بیٹھتا۔ اس کے روح‌ودل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ مرض کی طرف سے بالکل بےپروا ہوگیا۔ وہ ماسکو کے کونے کونے میں جاتا اور طرح طرح کے لوگوں سے خفیہ طور پر ملتا۔ رات رات بھر کچھ لکھتا اور کئی کئی دن گھر سے غائب رہتا۔ اس نے مکان‌دار کو نوٹس دےدیا کہ بہت جلد یہاں سے چلا جائیگا۔ اس نے اپنے سیدھے سادے پلنگ پیڑھے ابھی سے مکان‌دار کی نذر کردئے تھے۔ دوسری طرف ایلینا بھی سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ ایک دن شام کا وقت تھا، بوندا باندی ہورہی تھی، ایلینا اپنے کمرے میں بیٹھی روسالوں کے کنارے سی رہی تھی اور بڑی بےدلی سے چنگھاڑتی ہوئی ہواؤں کا نغمہ سن رہی تھی۔ اس کی ملازمہ نے آکر اطلاع دی کہ اس کا باپ ماں کے کمرے میں ہے اور اسے بلا رہا ہے۔ ''امی رو رہی ہیں،، اس نے جاتے جاتے ایلینا سے سرگوشی کی۔ ''اور پاپا بہت بگڑے ہوئے...،،

ایلینا نے کندھے جھٹکے اور آننا واسیلےونا کے شب خوابی کے کمرے میں چلی گئی۔ نکولائی آرتیمئےوچ کی نازک مزاج بیوی آرام کرسی پر دراز اپنے روسال سے یوڈی‌کلون سونگھ رہی تھی۔ اور وہ خود آتش‌دان کے قریب کھڑا تھا۔ کوٹ کے بٹن اوپر سے نیچے تک لگے ہوئے، کلف‌دار اونچا کالر، کھڑکھڑاتی ہوئی اونچی سی نکٹائی۔ غرض اس کا سراپا کسی طرح پارلیمنٹ کے مقرر سے کم نہ تھا۔ اس نے مقرر کی شان سے ہاتھ کے اشارے سے بیٹی کو کرسی پر بیٹھنے کےلئے کہا۔ اور جب وہ باپ کی بات نہ سمجھ کر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی تو اس نے سر ہلائے بنا بڑی شان سے کہا: ''تشریف رکھیئے۔ ،، (نکولائی آرتیمئےوچ بیوی سے ہمیشہ اور بیٹی سے خاص خاص موقعوں پر آپ جناب سے بات کرتا۔)

ایلینا بیٹھ گئی۔

آننا واسیلےونا نے آنسوؤں کے درمیان ناک صاف کی۔ نکولائی آرتیمئےوچ نے اپنا سیدھا ہاتھ سینے پر کوٹ کے گلے میں ڈال لیا۔

خزانے پر ھاتھ نہ ڈالیں گے۔ لیکن کیا نتیجہ نکلا ؟ میں آپ کی جنس اور آپ کی عمروالوں کے چھچھورپن کا ذکر بھی نہیں کرنا چاھتا... لیکن یہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس حد تک بھول جائیں گی...''

''پاپا'' ایلینا نے کہا ''میں جانتی ھوں آپ یہ کہنا چاہ رہے ھیں...''

''نہیں تم نہیں جانتیں میں کیا کہہ رہا ھوں!'' نکولائی آرتیمئیےوچ گرجا۔ وہ اچانک اپنے پارلیمانی انداز کی شان‌وشوکت، اپنی بھاری بھرکم آواز اور اپنا تقریری لب‌ولہجہ جیسے بھول گیا۔ ''تو کچھ نہیں جانتی گستاخ لڑکی!''

''خدا کےلئے Nicolas !'' آننا واسیلیےونا نے لڑکھڑاتی ھوئی آواز میں کہا * «Vous me faites mourir!»

''مجھ سے یہ سب نہ کہئے آننا واسیلیےونا que je vous fais mourir ** آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ آپ ابھی کیا سننےوالی ھیں۔ بد سے بدتر کےلئے تیار رهیئے، میں پہلے ھی آپ کو خبردار کررھا ھوں!''

آننا واسیلیےونا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

''نہیں'' نکولائی آرتیمئیےوچ نے ایلینا کی طرف مڑتے ھوئے کہا ''تو نہیں جانتی میں کیا کہنا چاھتا ھوں۔''

''میں آپ کی قصوروار ھوں...'' اس نے کہنا شروع کیا۔

''اوہ آخرکار اتنا تو کہا!''

''میں آپ کی قصوروار ھوں'' ایلینا نے کہا ''کیونکہ میں نے آج سے بہت دن پہلے یہ نہیں بتایا...''

''ھاں، تو جانتی ھے کہ نہیں'' نکولائی آرتیمئیےوچ نے بات کاٹتے ھوئے کہا ''کہ میرا ایک لفظ تجھے تباہ کر سکتا ھے؟''

ایلینا نے نظریں اٹھاکر اسے دیکھا۔

''جی ھاں محترمہ، صرف ایک لفظ! دیکھ کیا رھی ھو!'' (اس نے سینے پر ھاتھ باندھ لئے۔) ''مجھے یہ پوچھنے کی اجازت دیجئے

---

* آپ مجھے مار ڈالیں گے۔

** کہ میں آپ کو مار رھا ھوں۔

''نکولائی آرتیمئےوچ خدا کےلئے،، آننا واسیلےونا کراہ اٹھی۔

''یہ کب ہوا اور کیسے؟ کس نے کروائی تمھاری شادی؟ کہاں؟ کیسے؟ اف خدا! اپنے پرائے کیا کہیں گے؟ دنیا میں کیا کیا باتیں بنیں گی! بےشرم، بگلا بھگت، تو ایسی حرکت کرنے کے بعد ماں باپ کے گھر میں کیسے پڑی رہی! تو خدا کے قہر سے بھی تیرا دل نہ تھرایا؟،،

''پاپا،، ایلینا نے کہا۔ (وہ سر سے پاؤں تک پتے کی طرح کانپ رہی تھی، لیکن اس کی آواز میں استقلال کی جھلک تھی) ''آپ میرے ساتھ جیسا سلوک چاھئے، کیجئے، لیکن مجھ پر بےشرمی اور دھوکےبازی کا الزام لگانا کہاں تک مناسب ھے؟ میں نہیں چاھتی تھی کہ... کہ پہلے سے آپ کو پریشان کروں... لیکن بہرحال دو ایک دن میں تو خود ھی آپ کو سب کچھ بتا دیتی، کیونکہ میں اور میرے شوھر اگلے ھفتے یہاں سے جا رھے ھیں۔،،

''جا رھے ھیں؟ کہاں؟،،

''ان کے وطن، بلغاریہ...،،

''ترکوں کے پنجرے میں!،، آننا واسیلےونا نے بےتابی سے کہا اور بےھوش ھو گئی۔

ایلینا ماں کی طرف لپکی۔

''دور رہ!،، نکولائی آرتیمئےوچ بیٹی کا ھاتھ پکڑ کر گرجا۔ ''دور رہ، بےھودہ!،،

ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلا اور کسی کا سر نظر آیا، چہرے کا رنگ فق اور آنکھیں دھکتی ھوئی۔ یہ شوبین تھا۔

''نکولائی آرتیمئےوچ!،، وہ پوری طاقت سے چلایا ''اوگوستینا خریستیانوونا آ گئی، وہ آپ کو بلا رھی ھے!،،

نکولائی آرتیمئےوچ غصے میں بھنایا ھوا مڑا، شوبین کو مکا دکھایا، لمحہ بھر تک جھجکا اور تیزی سے باھر نکل گیا۔

ایلینا ماں کے قدموں میں گرکر اس کے گھٹنوں سے لپٹ گئی۔

اووار ایوانووچ اپنے پلنگ پر لیٹے تھے۔ بغیر کالر کی قمیض بڑے بٹن کے ساتھ ان کی موٹی سی گردن کو کسے ھوئے تھی۔ ڈھیلی ڈھالی قمیض میں جھول پڑی ھوئی تھی جس سے سینے پر نسوانی ابھار سا

ہے؟ کورناتوفسکی، برسینیف اور ہم تم! اور یہ تو سب سے بہتر لوگ ہیں۔ کسے چھوڑنے کا دکھ ہو؟ لیکن ایک چیز بہت بری ہے۔ سنا ہے، اس کا شوہر — خدا جانتا ہے، یہ نام کسی طرح زبان پر نہیں آتا — سنا ہے خون تھوکتا ہے۔ یہ برا ہوا۔ دو ایک
١٨٧ دن پہلے میں نے اسے دیکھا، اف اس کا چہرہ! اسے دیکھو اور بروٹس* کا مجسمہ بناڈالو... اووار ایوانووچ، آپ جانتے ہیں کون تھا بروٹس؟''

''ہاں، کیوں نہیں؟ انسان تھا ایک۔''

''بالکل ٹھیک۔ 'وہ ایک انسان تھا'۔ مگر اس کا تعجب انگیز چہرہ بہت لاغر اور بہت کمزور۔''

''لڑائی کے لئے ہو تو سب ٹھیک ہے''، اووار ایوانووچ نے کہا۔

''بالکل، میدان جنگ کےلئے سب ٹھیک ہے۔ آج آپ سولہ آنے کوئی بات کر رہے ہیں۔ لیکن جیون بتانے کےلئے تو ٹھیک نہیں ہے۔ ظاہر ہے وہ شوہر کے ساتھ زندگی میں رچنا بسنا چاہےگی۔''

''دونوں جوان ہیں''، اووار ایوانووچ نے رائے دی۔

''ہاں وہ جوان ہیں۔ مبارک ہے ان کا مقصد۔ وہ بہادر ہیں۔ ان کا ہر قدم! موت، زندگی، جدوجہد، ہار، جیت، محبت، آزادی اور وطن... بہت اچھا، بہت خوب! خدا سب کو دے ایسی زندگی! گردن دلدل میں پھنسے رہنے اور یہ ظاہر کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیں کوئی پرواہ کوئی غم نہیں، لیکن وہاں — تار تنے ہوئے ہیں یا دنیا کے کونے کونے میں جھنجھنا اٹھیں گے یا ٹوٹ جائیں گے!''

شوبین کا سر سینے پر ڈھلک آیا۔

''ہاں''، اس نے بڑی دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ ''اینساروف اس کے قابل ہے۔ بہرحال کیا حماقت ہے یہ سب! نہیں کوئی نہیں ہے اس کے قابل۔ اینساروف... اینساروف... یہ جھوٹا انکسار کیوں؟ اچھا مان لیا۔ وہ بڑا لاجواب انسان ہے، ڈٹ کر مقابلہ کرسکتا ہے، لیکن ابھی تک تو اس نے وہی کیا ہے، جو ہم دو کوڑی کے حقیر انسانوں نے کیا۔ کیا واقعی اس قدر مفید، اس قدر نکمے ہیں ہم؟ کیوں نکما ہوں میں اووار ایوانووچ؟ کیا مجھے کچھ

---

* بروٹس — رومن ڈکٹیٹر، سیزر (۴۲ — ۸۵ ق۔ م۔) کے خلاف سازش کرنے والوں میں سے ایک خاص حصہ دار۔

''تھوڑی مہلت دو،، اووار ایوانووچ نے کہا ''وہ ضرور پیدا ہوگا۔ ،،

''ہوگا؟ اے دھرتی! اے سیاہ دھرتی کی شکتی! تو نے کہا ہوگا؟ ذرا سنبھل کر، میں آپ کی بات زریں حروف میں لکھ لوں گا۔ ارے شمع کیوں بجھادی آپ نے؟،،

''ذرا سونا چاھتا ھوں۔ شب بخیر!،،

(۳۱)

شوبین نے ٹھیک ھی کہا تھا۔ ایلینا کی شادی کی اس اچانک خبر نے آننا واسیلےونا کو ادھموا کردیا۔ وہ بستر سے لگ گئی۔ نکولائی آرتیمئےوچ کا حکم تھا کہ وہ بیٹی کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ وہ اس اچانک اعزاز سے پھولا نہیں سما رھا تھا کہ اس وقت وہ گھر کا مالک و مختار اور خاندان کا سب سے اھم رکن ھے۔ وہ دن رات ھر ایک پر چیختا چنگھاڑتا اور باربار کہتا ''میں بتاؤں گا تمھیں کون ھوں میں، ایسی خبر لوں گا کہ... ٹھیر تو سہی!،، جب تک وہ گھر پر رھتا آننا واسیلےونا ایلینا سے نہ مل سکتی، اسے زویا پر اکتفا کرنی پڑتی تھی، جو بڑے خیال اور لگن سے اس کی تیمارداری کرتی اور دل ھی دل میں سوچتی رھتی: — «Diesen Insaroff vorziehen und wem?» * لیکن جیسے ھی نکولائی آرتیمئےوچ گھر سے باھر قدم نکالتا (اور ایسا اکثر ھوا کرتا، کیونکہ اوگوستینا خریستیانوونا واپس آ چکی تھی) ویسے ھی ایلینا ماں کے پاس آجاتی۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو مچلتے رھتے اور وہ گھنٹوں گھنٹوں خاموشی سے بیٹی کو تکتی رھتی۔ یہ خاموش شکایت، ھر شکوے، ھر سرزنش سے زیادہ تیز تھی، وہ ایلینا کے دل میں تیر کی طرح اترتی چلی جاتی۔ اسے اپنے کئے پر پچھتاوا تو نہ ھوتا لیکن دکھ اور افسوس کا ایسا شدید احساس ھوتا رھتا جو کسی طرح پچھتاوے سے کم نہ تھا۔

''امی، میری پیاری امی!،، وہ ماں کے ھاتھ کو چوم کر کہتی ''میں کیا کرتی؟ اس میں میرا کوئی قصور نہیں، مجھے اس سے

---

* اینساروف کو ترجیح دی — اور کس پر!

آرتیمئیے‌وچ کی آواز گرجی، اور گرما گرم بحث شروع ہوگئی، پھر چیخ پکار اور سسکیوں کی سی آواز آئی... آج پھر شوبین زویا اور ملازماؤں کو لیکر مدد کےلئے لپکا چاہتا تھا لیکن بند کمرے کی چیخ پکار میں ذرا کمی آئی اور دھیمے انداز میں بات‌چیت ہونے لگی — اور پھر خاموشی۔ ہاں کبھی کبھی سسکیوں کی ہلکی سی آواز ابھرتی رہی — اور پھر وہ بھی ختم ہوگئی۔ کنجیاں کھنکھیں، کسی نے تالی گھمائی اور تجوری چرچرا اٹھی... دروازہ کھلا اور نکولائی آرتیمئیے‌وچ نمودار ہوا۔ اس نے کھڑے بیٹھے سب پر قہر بھری نظر ڈالی اور کلب کےلئے روانہ ہوگیا۔ آننا واسیلےونا نے ایلینا کو بلوایا اور اسے بھینچ کر کلیجے سے لگالیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان اس سے کہا:

''سب کچھ طے ہوگیا۔ وہ اب کوئی ہنگامہ نہیں کریں‌گے، اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے، تم جا سکتی ہو... ہمیں چھوڑ سکتی ہو!''

''دمیتری کو اپنے پاس آنے، اور شکریہ ادا کرنے کی اجازت دے دیجئے امی!'' ایلینا نے ماں کے آنسو تھمتے ہی کہا۔

''ابھی ٹھیرو، میری جان۔ ابھی میرے دل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ تمھارے لیجانےوالے پر نظر ڈال سکوں... تمھارے جانے سے پہلے ضرور ملوں‌گی!''

''ہمارے جانے سے پہلے'' ایلینا نے اداس آواز میں کہا۔

نکولائی آرتیمئیے‌وچ اس پر تیار ہوگیا کہ وہ ''ہنگامہ'' کھڑا نہیں کرےگا، لیکن آننا واسیلےونا نے بیٹی سے اس کا ذکر نہیں کیا کہ اس کے باپ نے آننا واسیلےونا سے اس رضامندی کی کیا قیمت وصول کی ہے۔ اس نے بیٹی سے یہ نہیں کہا کہ میں نے تمھارے باپ کے سارے قرضے ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور ایک ہزار روبل نقد دئے ہیں۔ اس پر بھی اس نے اینساروف سے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ اب بھی اینساروف کو سونٹینگرین کے نام سے یاد کرتا تھا۔ کلب پہنچتے ہی اس نے بےوجہ، بےضرورت، ایلینا کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا اور اپنے تاش کے ساتھی، پنشن‌یافتہ انجنیر جنرل سے کہا ''کچھ سنا آپ نے'' اس نے بظاہر بڑی بےپروائی سے کہا۔ ''میری بیٹی نے ایک طالبعلم سے شادی کرلی — ضرورت سے زیادہ تعلیم

''جی ہاں، میں بیمار تھا، آننا واسیلے‌ونا،، اینساروف نے جواب دیا ''ابھی تک پوری طرح صحتیاب نہیں ہوا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وطن کی ہوا مجھے بالکل بھلا چنگا کر دے‌گی۔ ،،

''ہوں... بلغاریہ!،، آننا واسیلے‌ونا بڑبڑائی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی: ''اف، میرے خدا، موت کے پنجے میں گھرا ہوا، بلغار، پھیپھڑے میں سے آتی ہوئی کھوکھلی اور بےجان آواز، کٹورے جیسی آنکھیں، ہڈیوں کا ڈھانچہ، اس کا کوٹ اتنا ڈھیلا تھا جیسے کسی دوسرے کا پہن لیا ہو، ہلدی کی طرح زرد رنگ — اور ایلینا اس کی بیوی ہے، اس سے محبت کرتی ہے... اف یہ خواب ہے یا حقیقت!..،، لیکن اس نے کسی نہ کسی طرح دل پر قابو پایا۔ ''دمیتری نیکانوررووچ،، اس نے کہا ''کیا آپ کا... آپ کا جانا بالکل ضروری ہے؟،،

''بالکل، آننا واسیلے‌ونا۔ ،،

آننا واسیلے‌ونا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

''اوہ، دمیتری نیکانوررووچ، خدا آپ کو یہ دن نہ دکھائے جو آج میں دیکھ رہی ہوں... آپ وعدہ کرتے ہیں کہ میری بچی کا خیال رکھیں گے، اس سے محبت کریں گے... جب تک میں زندہ ہوں، تب تک آپ کو پیسے کی کوئی کمی نہیں ہوگی!،،

آنسوؤں کا طوفان اٹھا اور اس کی آواز رندھ گئی۔ اس نے بازو پھیلا دئے، ایلینا اور اینساروف اس سے لپٹ گئے۔

قسمت کا لکھا ہو کر رہا۔ آخر کو وہ دن آ گیا۔ طے یہ پایا کہ ایلینا ماں‌باپ سے گھر ہی پر رخصت ہو کر اینساروف کے مکان میں چلی‌جائیگی، اور وہاں سے سفر پر روانہ ہوگی۔ روانگی بارہ بجے ہونی تھی۔ برسینیف پونے بارہ بجے وہاں پہنچا۔ اسے یقین تھا کہ اینساروف کے بہت سے ہم‌وطن بھی اسے رخصت کرنے کو موجود ہوں گے۔ لیکن وہ پہلے ہی جا چکے تھے۔ وہ دو پراسرار شخصیتیں بھی پہلے ہی جا چکی تھیں جن سے قارئین واقف ہیں (اینساروف کی شادی میں گواہ وہی بنے تھے)۔ درزی نے جھک کر ''نیک‌دل مالک،، کو سلام کیا۔ آج اس نے شاید افسوس میں، یا اس خوشی میں کہ اتنا سارا فرنیچر اسے مل گیا ہے، بہت چڑھالی تھی۔ ذرا

ہم تیار ہیں نا؟ ہر چیز باندھی جا چکی، پیسے وغیرہ ادا کئے جا چکے نا؟ اس صندوق کو نیچے لےجانا رہ گیا ہے، بس، اے مکاندار!،،

مکاندار بیوی بیٹی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دھیرے سے جھومتے ہوئے اینساروف کی بات سنی۔ صندوق اٹھایا اور تیزی سے نیچے اتر گیا۔ سڑھیوں پر اس کے جوتے چرچرانے لگے۔

''اور آؤ اب، روسی رواج کے مطابق ہم بیٹھ جائیں،، اینساروف نے کہا۔

وہ بیٹھ گئے۔ برسینیف پرانے صوفے پر بیٹھا۔ ایلینا اس کے پاس بیٹھی۔ مکاندار کی بیوی بیٹی چوکھٹ پر ٹک گئیں۔ ہر ایک خاموش تھا۔ وہ سب مسکرا رہے تھے۔ ایک عجیب تناؤ تھا ان کی مسکراہٹ میں اور کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ کیوں مسکرا رہا ہے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ رخصت سے پہلے کچھ کہے اور ہر ایک (مکاندار کی بیوی اور بیٹی کے سوا، جو منھ کھولے بیٹھی انھیں تک رہی تھیں) محسوس کر رہا تھا کہ ایسے لمحوں میں کوئی معمولی سی، کوئی عام سی بات کہی جا سکتی ہے اور بس، کوئی اہم بات، کوئی خاص بات، کوئی جذباتی اظہار بےموقع ہوگا، بےموقع اور بےجان۔ سب سے پہلے اینساروف اٹھا اور سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

''اے ہمارے چھوٹے سے کمرے رخصت،، اس نے جذبات سے پر آواز میں کہا۔

اور پھر رخصتی پیار شروع ہوگئے — پرشور مگر سرد پیار۔ ادھوری خواہشوں، خط لکھنے کے وعدوں اور جدائی کی باتوں کا شور سا اٹھا اور آوازیں رندھ گئیں۔

ایلینا آنسوؤں میں نہائی ہوئی گاڑی میں سوار ہوگئی۔ اینساروف نے اس کی ٹانگوں پر کمبل پھیلا دیا۔ شوبین، برسینیف، مکاندار، اس کی بیوی اور بیٹی (جس کے سر پر ہمیشہ کی طرح رومال بندھا ہوا تھا)، دربان، دھاریدار لبادےوالا ایک ملازم — سب دہلیز کے قریب کھڑے تھے کہ اچانک ایک ٹھاٹدار صبارفتہ گھوڑوںوالی گاڑی تیزی سے آکر احاطے میں داخل ہوئی۔ اور نکولائی آرتیمئےوچ کوٹ کے کالر سے برف جھاڑتا ہوا گاڑی سے کود پڑا۔

ماسکو چھوڑنے کے بعد ایلینا کے رنگ روپ میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی تھی، لیکن چہرے کی کیفیت اور آنکھوں کی اثر افرینی بدل گئی تھی۔ چہرے سے غور و فکر اور آنکھوں سے بہت سمجھداری جھلک رہی تھی اور اعتماد ٹپک رہا تھا۔ اس کا شباب اور نکھر آیا تھا اور سفید پیشانی اور شاداب گالوں کے گرد لہراتی ہوئی زلفیں اور زیادہ گھنی اور خوبصورت ہوگئی تھیں۔ مگر جب چہرے پر ہنسی نہ ہوتی تو ہونٹوں کے کونے، دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی ایک مسلسل پریشانی کی چغلی کھانے لگتے۔ دوسری طرف اینساروف کے چہرے کی کیفیت وہی پرانی سی تھی لیکن اس کے خدوخال بالکل بدل گئے تھے۔ وہ بہت دبلا اور زرد ہوگیا تھا، عمر پہلے سے زیادہ لگنے لگی تھی اور کمر جیسے جھک سی گئی تھی۔ وہ مسلسل کھانستا رہتا، اس کی کھانسی بالکل خشک تھی اور کھانستے ہوئے دھسک سی ہوتی تھی۔ اس کی آنکھیں دھنس گئی تھیں اور ان میں ایک عجیب چمک پیدا ہوگئی تھی۔ روس سے آتے ہوئے راستے میں اینساروف بیمار ہوا اور تقریباً دو مہینے تک اسے وی‌آنا میں رہنا پڑا۔ اور جب وہ بیوی کے ساتھ وینس پہنچا تو مارچ کا مہینہ ختم ہورہا تھا۔ اسے امید تھی کہ یہاں سے زارہ اور سربیا ہوتا ہوا بلغاریہ پہنچ جائیگا۔ اور سب راہیں اس کےلئے بند ہو چکی تھیں۔ ڈنیوب کے علاقے میں جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی۔ برطانیہ اور فرانس روس کے خلاف اعلان جنگ کر چکے تھے۔ سلاو ممالک میں ہیجان پھیلا ہوا تھا، اور بغاوت زور پکڑ رہی تھی۔

بجرا لیدو کے اندرونی ساحل پر آ کر رک گیا۔ اینساروف اور ایلینا اترے اور زرد اور بیمار پودوں سے گھرے ہوئے تنگ رتیلے راستے پر چل پڑے (یہ پودے ہر سال لگائے جاتے اور ہر سال دم‌توڑ دیتے)، وہ لیدو کے بیرونی ساحل کی طرف جا رہے تھے، جہاں سمندر کی لہریں ساحل کا منہ دھوتی رہتی ہیں۔

وہ ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ان کے سامنے بحر اڈریاٹک کی گہری نیلی لہریں مچل رہی تھیں۔ وہ تڑپتی مچلتی اور جھاگ اٹھاتی ہوئی کنارے کی طرف لپکتیں اور ریت پر ننھی ننھی سیپیاں، گھونگھے اور سمندری جھاڑیوں کی شاخیں پھیلا کر واپس چلی جاتیں۔

''کیسی اداس ہے یہ جگہ!'' ایلینا نے کہا - ''سوچتی ہوں - یہ جگہ تمھارے لئے ذرا ٹھنڈی ہے- میری سمجھ میں آتا ہے کہ تم یہاں آنے کےلئے اتنے بےتاب کیوں تھے - ''

''ٹھنڈ!'' اینساروف کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھر کر بجھ گئی - ''اگر میں ٹھنڈ سے اس طرح ڈرتا رہا تو لڑوں گا کس طرح اور اگر یہ نہیں تو یہاں کیوں آیا... ابھی بتاتا ہوں کیوں آیا - میں اس سمندر کو دیکھتا ہوں اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا وطن قریب ہے- وہ دیکھو وہاں ہے'' اس نے ہاتھ پھیلا کر مشرق کی طرف اشارہ کیا - ''وہ دیکھو ہوا کے جھونکے اسی سمت سے آ رہے ہیں - ''

199

''کون جانے ہوا کے یہ جھونکے اس جہاز کو بہالائیں، جس کا تمھیں انتظار ہے!'' ایلینا نے کہا - ''وہ دیکھو، وہ سفید بادبان لہرا رہے ہیں، کیا اسی کے ہیں یہ بادبان؟''

اینساروف سمندر کی وسعتوں میں دیکھنے لگا، جہاں ایلینا نے اشارہ کیا تھا -

''رینڈیچ نے وعدہ کیا ہے کہ ہفتے بھر میں سارا انتظام مکمل ہوجائیگا'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''میرے خیال میں اس کی بات پر بھروسہ کرنا چاہئے... ایلینا، تم نے سنا کچھ'' اچانک اس نے بڑے جوش اور ولولے سے کہا ''سنا ہے دالماتیا کے تباہ‌حال دکھیارے مچھیروں نے اپنے ساھول تک دے دئے — سیسے کے ان باٹوں کو جانتی ہو نا، جن سے مچھلی پکڑنے کے جال نیچے تہہ تک پھیلائے جاتے ہیں — گولیوں کےلئے دے دئے! روپیہ پیسہ تو ان کے پاس تھا نہیں، مچھلی پر زندہ رہتے ہیں غریب، لیکن انھوں نے خوشی خوشی اپنی ساری پونجی لٹا دی - اور اب بھوکے مر رہے ہیں، کیا لوگ ہیں!''

* «Aufgepasst!» ان کے پیچھے ایک مغرور چیخ ابھری - گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی اور ایک آسٹریائی گھوڑسوار افسر، بھورے رنگ کی واسکٹ اور سبز ٹوپی پہنے تیزی سے ان کے قریب سے گزر گیا - انھیں بمشکل بچنے کا موقع مل سکا -

---

* ذرا بچ کر!

ٹھنڈی ہوائیں اور نرم‌ونازک جھونکوں کی دلکشی وینس کے لئے اسی طرح نکھر آتی ہے جس طرح گرمی کے روشن اور شاندار دنوں کا حسن جینوا میں نکھرتا ہے، جس طرح سرخ پوش خزاں کے سنہرے دن عظیم روم کے‌لئے ہیں۔ بہار کی دلکشی کے ساتھ وینس کا حسن بھی دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے جذبات کو ابھارتا ہے۔ یہ حسن کچھ اسی طرح جوان دلوں میں درد کی میٹھی میٹھی سی کسک پیدا کرتا ہے، کچھ اسی طرح روح کو گدگداتا ہے جس طرح غیرموہوم مگر پراسرار خوشیوں کے خوش‌آئیند وعدے روح‌ودل میں چٹکیاں لیتے ہیں۔ اس کی ہر چیز نکھری ہوئی اور روشن ہے، ہر چیز ایک عجیب دلگداز سکون کے دھندلکے میں کھوئی ہوئی ہے۔ ہر چیز خاموش ہے لیکن دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوئی۔ اس کے نام میں، اس کے پیکر میں، اس کی ہر ہر ادا میں بڑی نزاکت، بڑی نسوانیت ہے۔ کوئی تو وجہ ہے جو چھانٹ کر اسی شہر کو ''حسن کی دیوی،، کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے عظیم‌الشان محل اور گرجا اس قدر حسین اس قدر سجل اور سبک ہیں جیسے کسی جواں سال دیوتا کا سندر سپنا۔ ایک عجیب کشش اور رعنائی ہے اس کی نہروں کی خاموش لہروں میں، اور ان نہروں کی ریشمی سرسراہٹ اور سبزی مائل نیلگوں چمک میں۔ عجیب افسانوی حسن ہے اس کے بجروں کی بےآواز سرسراہٹ میں، اس کی پرسکون فضاؤں میں، بڑے شہروں کے شور اور ہنگامے، اس کی دلخراش آوازوں اور گھڑگھڑاہٹ کا دور دور نام ونشان نہیں۔ وینس کے باسیوں کا کہنا ہے ''وینس ویران ہو رہا ہے، دم توڑ رہا ہے!،، لیکن کون جانے، جب وینس میں اس کے حسن کی اس آخری انگڑائی کی کشش نہ ہو — یہ کشش، جو اس حسن جہاں‌تاب کے عہد شباب میں کملا جانے سے پیدا ہوگئی ہے۔ جس کسی نے وینس کو نہیں دیکھا، وہ اسے نہیں سمجھ سکتا: کنالیتی کے برش میں اتنی طاقت اور گواردی* کے رنگوں میں اتنی جان کہاں (نئے مصوروں کا تو ذکر ہی کیا) کہ وہ ہواؤں کے اس سیمیں نرمی‌و گدازپن کو، ان پرواز کرتی ہوئی، پر پھر بھی اتنے قریب پھیلی ہوئی وسعتوں کو، ان نازک خطوط اور

---

* کنالیتی اور گواردی — وینس کے مصور۔

کے پنجے سے چھڑانے کےلئے آسمان سے جیسے کوئی مینڈک پانی میں کود رھےھیں - تین انگریز سیاح اس کو بےتحاشا ھنستا دیکھ کر بہت جزبز ھوئے - اینساروف سبز لباس‌والے تن‌وسند شخص کی کمر اور پنڈلیاں دیکھ کر بہت محظوظ ھوا جو تیشین کی مشہور تصویر ''کنواری مریم کا استقبال،، میں مریم کی طرف ھاتھ پھیلائے کھڑا ھے- خود مریم کی طاقتور اور حسین شبیھہ کو دیکھ کر ایلینا اور اینساروف دونوں کے دل پر بہت اثر ھوا - مریم بڑے سکون اور جاہ‌وجلال کے ساتھ خلا میں اپنے روحانی باپ کی طرف پرواز کر رھی ھیں - انھیں بوڑھے چیما دا کونیل‌یانو کی ایک پاکیزہ اور سنجیدہ تصویر بھی بہت پسند آئی - اکادمی سے نکلتے ھوئے انھوں نے ایک دفعہ پھر پلٹ‌کر اپنے پیچھے آتے ھوئے لمبے دانتوں اور گل‌مچھوؤں والے انگریزوں کو دیکھا — اور ھنس پڑے - چھوٹی سی جیکٹ اور تنگ پتلون میں ملبوس بجرےوالے کو دیکھا اور ھنس دئے - کسی خونچےوالی پر نظر پڑی، جس کے سفید بالوں کا چھوٹا سا جوڑا ٹھیک ٹٹری پر ٹکاھوا تھا — تو وہ اور بھی زور سے ھنسے - آخر میں انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا — اور ھنستے ھنستے بےحال ھوگئے - بجرے میں بیٹھتے ھی انھوں نے بڑے جوش سے ایک دوسرے کا ھاتھ تھام لیا - وہ ھوٹل واپس آئے - بھاگتے بھاگتے اپنے کمرے میں پہنچے اور کھانا لانے کا آرڈر دیا - کھانے کی میز پر بھی ان کی مستی میں کمی نہ آئی - انھوں نے ایک دوسرے کی پلیٹ میں کھانے کا ڈھیر لگادیا، اپنے ماسکو کے دوستوں کا جام صحت پیا، اتنی اچھی مچھلی کھلانے پر بیرے کی تعریف میں خوب خوب تالیاں بجائیں اور اس سے اصرار کرتے رھے کہ ھمیں زندہ مچھلی، یعنی سمندری پھل کھلاؤ - بیرا بھی کھی کھی کرکے ھنسا اور پاؤں گھسیٹتا ھوا چل‌دیا - کمرے سے نکل کر اس نے سر ھلایا اور ٹھنڈی سانس لیکر دھیرے سے کہا «poveretti!» (بیچارے!)- کھانے کے بعد وہ تھیٹر کےلئے روانہ ھوگئے -

تھیٹر میں ویردی کا کوئی اوپیرا ھورھا تھا، سچی بات یہ ھے کہ اوپیرا سستی قسم کا اور معمولی سا تھا - لیکن یہ اوپیرا یورپ کے تمام بڑے شہروں کا دورہ کرچکا تھا - اور اس نے کافی نام پیدا کیا تھا - ھم روسیوں کےلئے بھی اس اوپیرا یعنی «La Traviata» کا نام

کچھ جانتی ہی نہیں - لیکن اسے تو جیسے ہنسی دل لگی سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ دیکھو، تماشائیوں کی ذرا پرواہ نہیں کر رہی -،،

اینساروف بوکس کی منڈیر پر کہنیاں ٹیک کر وائلٹ کو غور سے دیکھنے لگا -

''ہوں،، اس نے کہا ''نہیں وہ دل‌لگی نہیں کر رہی - شاید یہ موت کی جھلک دیکھ چکی ہے۔ ،،

ایلینا خاموش ہوگئی -

تیسرا ایکٹ شروع ہوا - پردہ اٹھا - مریض کے بستر کھنچے ہوئے پردوں، دواؤں کی شیشیوں اور اوٹ میں رکھے ہوئے چراغ کو دیکھ کر ایلینا چونک گئی - اسے اپنے بیتے دن یاد آگئے - ''اور مستقبل کیا ہوگا — اور پھر حال؟،، اس کے دماغ میں یہ سوال کوندا - اور اچانک ایکٹرس کی مصنوعی کھانسی کے جواب میں اینساروف کی کھوکھلی کھانسی کی دھسک بوکس میں گونج اٹھی - ایلینا نے کنکھیوں سے اسے دیکھا، اور جلدی سے اپنے چہرے پر بےپروائی اور سکون کی نقاب ڈالی - اینساروف سب کچھ سمجھ گیا اور آہستہ آہستہ گنگناتے ہوئے دھیرے سے مسکرایا -

لیکن بہت جلد وہ خاموش ہوگیا - ہیروئن کی ایکٹنگ زیادہ بہتر ہوتی چلی گئی - اب وہ خوب کھل کر ایکٹنگ کر رہی تھی - اس نے غیرضروری اور مصنوعی نقاب اتار پھینکی اور آخر ''اپنے آپ کو پالیا،، — ایکٹر بہت کم کبھی ان بلندیوں کو چھوتا ہے! اس نے اچانک ان حدوں کو پار کرلیا، جن کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا لیکن جن کے دوسری طرف حسن کا راج ہے۔ تماشائیوں میں جیسے جان پڑگئی - وہ جھوم اٹھے - ایک پھٹی ہوئی آواز کی سیدھی سادی لڑکی ان پر چھائی جا رہی تھی - ان کے دل چھینے لے رہی تھی - اور اب گائیکا کی آواز بھی کانوں کو بری نہ لگ رہی تھی، اس میں جیسے جان پڑ گئی تھی، جوش بڑی گرمی آگئی تھی - الفریدو داخل ہوا - اور وائلٹ کی خوشی سے سرشار چیخ سن کر ایسا طوفان اٹھا جس کو بےخودی کا نام دیا جا سکتا ہے اور جس کے سامنے ہماری شمالی آہ و زاری کا رنگ نہیں جمتا - ایک لمحہ بیتا — اور تماشائی پھر سن سے ہو گئے - دوگانہ شروع ہوا — اوپیرا کا سب سے خوبصورت حصہ — یہاں نغمہ گر نے حماقتوں میں گنوائے ہوئے شباب کے سارے درد،

اٹھ گر رہے تھے۔ کبھی کبھی ادھر ادھر سے کسی بجرے والے کی ھلکی سی للکار سنائی دیتی (اب وہ گاتے کبھی نہیں)۔ فضا میں اور کسی قسم کی آواز نہ تھی۔ اینساروف اور ایلینا جس ھوٹل میں ٹھیرے تھے وہ Riva dei Schiavoni پر تھا۔ وہ ھوٹل پہنچنے سے کچھ پہلے ھی بجرے سے اتر گئے۔ انھوں نے محرابوں کے سائے میں سینٹ مارک چوک کے کئی چکر کاٹے۔ جہاں چھوٹے چھوٹے قہوہخانوں کےسامنے بیکاروں اور منچلوں کا مجمع لگا ھوا تھا۔ کسی اجنبی شہر میں، اجنبی لوگوں کے درمیان، اپنی محبوبہ کے ساتھ ٹہلنے میں بڑا لطف ھے۔ اس وقت اردگرد کی ھر ھر چیز شاندار اور لاجواب معلوم ھوتی ھے۔ جی چاھتا ھے اور سب بھی ھماری طرح خوش مطمئن اور پرسکون زندگی گزار سکیں اور سب بھی ھماری طرح خوشیاں جگا سکیں۔ لیکن ایلینا کے دل میں اب وہ پہلے کی سی خوشی اور جولانی نہ تھی۔ اس کے دل پر گزشتہ واقعات کا گہرا اثر تھا۔ اسے کسی طرح قرار نہ آسکا۔ اینساروف نے دوج محل کے قریب پہنچ کر خاموشی سے، نیچی محرابوں سے جھانکتی ھوئی آستریائی توپوں کے منھ کی طرف اشارہ کیا اور اپنی ٹوپی بھووں تک کھینچ لی۔ اور چونکہ اب اسے تھکن محسوس ھو رھی تھی اسلئے انھوں نے سینٹ مارک کے گرجا پر اور اس کے گنبدوں پر آخری نظر ڈالی اور آھستہ آھستہ ٹہلتے ھوئے گھر چلے گئے۔ چاند کی روشنی میں گنبدوں کا نیلا سیسہ ابرق کی طرح جھلملا رھا تھا۔

ان کے کمرے کی کھڑکی ایک بڑی سی خلیج کی طرف کھلتی تھی۔ یہ خلیج Riva dei Schiavoni سے جیودیکا تک پھیلی ھوئی تھی۔ ان کے ھوٹل کے تقریباً عین مقابل سینٹ جارج کا نوکیلا مینار ابھرا ھوا تھا۔ دائیں طرف، اوپر فضا میں دوگانا کی سنہری گھنٹی اور دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور دلہن کی طرح سجا بنا گرجا پالادیو ریدنتورے جھلملا رھا تھا۔ بائیں طرف جہازوں کی رسیاں اور مستول وغیرہ مہیب سائے سے لگ رہے تھے۔ کہیں کہیں کسی جہاز کا ادھ کھلا بادبان بڑے سے پر کی طرح لٹکا ھوا نظر آتا۔ اور مخروطی جھنڈیاں آھستہ آھستہ جنبش کرتیں۔ اینساروف کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا۔ لیکن ایلینا نے اسے زیادہ دیر اس منظر کی داد

''لیکن اگر یہ... سزا ہو،، وہ پھر سوچنے لگی۔ ''اگر خوشیوں کی اس شراب کی قیمت ادا کرنی ضروری ہو؟ میرا ضمیر خاموش تھا، وہ اب بھی خاموش ہے۔ لیکن کیا یہ کافی ثبوت ہے ہماری بے گناہی کا، ہماری معصومیت کا؟ اف خدا... کیا واقعی اس قدر گناہ گار ہیں ہم! کیا یہ ممکن ہے کہ تو، جس نے یہ رات، یہ آسمان بنایا، ہمیں سزا دے، کیوں کہ ہم نے ایک دوسرے کو چاہا؟ اگر یہ ضروری ہے، اگر وہ گنہگار ہے، اگر میں گنہگار ہوں،، اس نے جذباتی آواز میں کہا۔ ''تو پھر میں دعا کرتی ہوں، اے خدا، اسے، ہاں، اسے اور مجھے، پاک اور باعزت موت دے — یہاں، اس تاریک کمرے میں نہ مار، وہاں، اس کے وطن کے میدان کارزار میں ہمیں ختم کر!،،

''اور بے آسرا اور دکھیا ماں کی تڑپ؟،، اس نے اپنے آپ سے پوچھا اور اپنے سوال کا جواب نہ پاکر الجھن میں پڑ گئی۔ شاید ایلینا نہ جانتی تھی کہ ہر شخص کی خوشیوں کا انحصار ہے دوسرے کے دکھوں پر، دوسرے کی بدنصیبی پر، اسے خبر نہ تھی کہ ہر آدمی کی سہولت اور فائدے کا دارومدار ہے — دوسرے کے نقصان، دوسرے کی پریشانیوں پر!

''ریندیچ!،، اینساروف سوتے سوتے بڑبڑایا۔

ایلینا دبے پاؤں اس کے قریب آئی اور اس کے اوپر جھک کر اس کے چہرے سے پسینے پونچھنے لگی۔ تھوڑی دیر تک وہ بے چینی سے سر ہلاتا رہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

وہ پھر کھڑکی کے پاس چلی گئی، انھیں خیالات نے پھر اسے گھیرلیا۔ وہ اپنے دل سے باتیں کرتی رہی، خود کو یقین دلاتی رہی کہ ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسے اپنی کمزوری پر بڑی شرمندگی سی محسوس ہوئی۔ ''خطرے کی کیا بات ہے بھلا؟ کیا وہ بہتر نہیں ہے پہلے سے؟،، اس نے دھیرے سے کہا ''اگر آج میں تھیٹر نہ جاتی تو ایسے برے برے خیالات ذہن میں ہرگز نہ آتے۔،، ٹھیک اس وقت، اسے پانی کے اوپر، بلندیوں میں ایک سفید بحری بگلا اڑتا نظر آیا۔ شاید کسی مچھیرا نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ خاموشی سے گھبرایا ہوا سا اڑ رہا تھا، جیسے چھپنے کے لئے کوئی گوشہ تلاش کررہا ہو۔ ''ہوں، اگر یہ بحری بگلا اڑتا ہوا ادھر آیے،،

''بالکل ، اور کیا! مہربانی سے اپنی بیگم سے میرا تعارف کرائیے نا ۔ مادام میرے دل میں ہمیشہ سے دمیتری واسیلےوچ کی...،،
(اس نے صحیح نام لینے کی کوشش کی) ''میرا مطلب ہے نیکانور واسیلےوچ کی، بہت عزت ہے ۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آج آپ سے متعارف ہونے کا شرف بھی حاصل ہوگیا ۔ ذرا سوچئے تو سہی،، اس نے اینسا روف کی طرف پلٹتے ہوئے کہا ''مجھے کل شام تک معلوم نہ ہو سکا کہ آپ یہاں ہیں ۔ میں بھی اسی ہوٹل میں ٹھیرا ہوا ہوں ۔ اف کیا شہر ہے، یہ وینس — شعر ہے شعر! بس ایک چیز بہت بری ہے : قدم قدم پر یہ منحوس آسٹریائی نظر آتے ہیں! عاجز آ گیا میں تو ان آسٹریائیوں سے! ارے ہاں، آپ نے کچھ سنا — ڈنیوب میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی! تین سو ترکی افسر ختم کر دیئے گئے ۔ سیلیستریا پر قبضہ ہوگیا ۔ سربیا نے خودمختاری اور آزادی کا اعلان کردیا ۔ ایک وطن دوست کی حیثیت سے، آپ تو بہت خوش ہوں گے یہ سن کر ، کیوں ٹھیک ہے نا ؟ میری رگوں میں بھی سلاو خون ابل رہا ہے! پھر بھی میں آپ کو یہی رائے دوں گا کہ ذرا سنبھل کر قدم رکھیئےگا ۔ مجھے یقین ہے آپ پر نظر رکھی جا رہی ہے ۔ جاسوسوں کا جال بچھا ہوا ہے! کل ایک عجیب مشتبہ سا آدمی میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ میں روسی ہوں کیا؟ میں نے اس سے کہدیا کہ میں ڈنمارک کا ہوں... لیکن آپ تو کچھ بیمار معلوم ہوتے ہیں، ڈیر نیکانور واسیلےوچ، آپ کو علاج کروانا چاھئے ۔ مادام، آپ کو فوراً اپنے شوہر کا علاج کروانا چاھئے ۔ میں تو کل دن بھر پاگل کی طرح محلوں اور گرجاؤں میں بھاگا بھاگا پھرا ۔ آپ لوگوں نے دیکھا دوج محل ؟ اف کس قدر شان‌وشوکت ہے ہر طرف ! خاص طور پر بڑے ہال اور مارینو فالیئرو کے مقام کا تو جواب نہیں ۔ اسی طرح کھڑا ہے : * «Decapitati pro criminibus» ۔ میں تو مشہور قیدخانوں میں بھی گیا تھا ۔ میری روح میں نفرت کا طوفان ابل پڑا وہاں جا کر ۔ میں تو ، آپ کو شاید یاد ہوگا، ہمیشہ سے سماجی مسائل میں بہت دلچسپی لیتا رہا ہوں ۔ میں نے طبقۂ شرفا کے خلاف بغاوت کی... میرا بس چلے تو ان سب کو ان قیدخانوں میں ٹھونس

---

* اپنے گناہوں کی سزا میں سر کٹائے ۔

لوپویاروف بہت دیر تک اسی طرح ھانکتا رھا اور جاتے جاتے دوبارہ آنے کا وعدہ کر گیا۔

اس اچانک سہمان داری نے اینساروف کو بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ وہ فوراً صوفے پر لیٹ گیا۔

”یہ ہے،، اس نے ایلینا کی طرف دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا ”یہ ہے آپ کی نئی نسل! بعض بعض بہت اکڑتے ھیں، بہت اونچی باتیں کرتے ھیں لیکن اندر سے وہ بھی ان حضرت کی طرح کھوکھلے ھیں۔ ،،

ایلینا نے شوہر سے بحث نہیں کی۔ اس وقت اسے نئی روسی نسل کی حالت کی اتنی فکر اتنی پرواہ نہیں تھی، جتنی اینساروف کی صحت کی تھی... وہ اپنا کام لے کر اینساروف کے قریب آبیٹھی۔ وہ آنکھیں بند کئے بےسدھ لیٹا تھا — زرد اور کمزور! ایلینا نے اس کے ستے ہوئے چہرے اور پھیلے ہوئے بازوؤں کو دیکھا، اور اچانک خوف سے اس کا دل کانپ گیا۔

”دمیتری...،، اس نے کچھ کہنا چاھا۔

وہ چونک گیا۔

”کیا ہے! ریندیچ آگیا کیا؟،،

”نہیں، ابھی تک نہیں آیا... مگر سنو تو سہی — تمھیں بخار ہے، واقعی تم بہت بیمار ہو، ڈاکٹر کو بلوا ھی لیں، کیوں کیا کہتے ہو؟،،

”اس بکی نے سہما دیا تمھیں، ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر آرام کرتا ہوں، سب ٹھیک ہو جائیگا۔ کھانے کے بعد ہم پھر چلیں گے... کسی طرف نکل جائیں گے۔ ،،

دو گھنٹے بیت گئے۔ اینساروف صوفے پر لیٹا رھا، لیکن نیند نہ آئی۔ پھربھی وہ آنکھیں بند کئے پڑا رھا۔ ایلینا پل بھر کو بھی اس کے پاس سے نہیں ھلی۔ اس کی سلائی گھٹنوں پر پڑی رھی، اور وہ بےحس و حرکت بیٹھی رھی۔

”نیند کیوں نہیں آرھی تمھیں؟،، آخر اس نے اینساروف سے پوچھا۔

”بس ابھی لو،، اس نے ایلینا کا ھاتھ اپنے سر کے نیچے رکھلیا۔
”یہ بات — یوں بہت اچھا رہے گا۔ ریندیچ کے آتے ھی مجھے جگا

ایلینا ادھر ادھر دیکھتی ہے، ابھی تک چاروں طرف سفیدی ھی سفیدی ہے، لیکن اس دفعہ یہ سفیدی برف کی ہے، برف، برف، بیکراں برف۔ اب وہ کشتی میں نہیں ہے، برف گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے، جس طرح ماسکو سے آتے ہوئے بیٹھی تھی۔ وہ اکیلی نہ تھی، اس کے برابر میں، کوئی چھوٹی سی چیز پھٹے پرانے کپڑوں میں لپٹی بیٹھی تھی۔ ایلینا نظر اٹھا کر دیکھتی ہے: یہ کاتیا ہے، اس کی دکھیا سہیلی کاتیا۔ ایلینا خوفزدہ ہوجاتی ہے۔ "یہ مری نہیں تھی کیا؟" ایلینا سوچتی ہے۔

"کاتیا یہ کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

کاتیا جواب نہیں دیتی، اپنی گدڑی میں اور سکڑجاتی ہے۔ وہ ٹھٹھر رہی ہے۔ ایلینا کو بھی سردی لگ رہی ہے۔ وہ راستے پر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگتی ہے۔ برف کی دھندلی چادر میں سے کوئی شہر نظر آرہا ہے۔ بڑے بڑے سفید مینار نظر آتے ہیں جن کی نوکوں پر چاندی منڈھی ہوئی ہیں۔ "یہ ماسکو ہے کاتیا؟" "نہیں" ایلینا سوچتی ہے۔ یہ تو سولویتسکی خانقاہ ہے۔ اس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے حجرے ہیں، جیسے شہد کی مکھی کا چھتا ہو۔ بڑی تنگ اور گھٹی ہوئی ہے یہ جگہ... دمیتری وہاں قید ہے۔ میں ضرور اسے آزاد کراؤں‌گی... اچانک اس کے سامنے کھلتی ہوئی اتھاہ گہرائی منھ پھاڑے نظر آتی ہے۔ برف گاڑی لڑھکنے لگتی ہے۔ کاتیا قہقہہ لگاتی ہے۔ "ایلینا، ایلینا!" اتھاہ گہرائی سے آواز ابھرتی ہے۔

"ایلینا!" کوئی بہت صاف آواز میں پکارتا ہے۔ وہ جاگ کر تیزی سے مڑتی ہے اور سن سے ہو جاتی ہے: اینساروف برف کی طرح سفید، ہاں اس کے خواب کے برف کی طرح سفید اینساروف دیوان پر بیٹھا، پھٹی ہوئی، بے‌رنگ اور ڈراؤنی آنکھوں سے۔ اس کے بال پیشانی پر بکھر گئے ہیں اور ہونٹ کچھ عجیب طرح کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے چہرے کا رنگ اچانک بالکل بدل گیا ہے، اس سے بڑا خوف، دھشت اور ساتھ ھی ایک نرالی اور اداس محبت چھلک رہی ہے۔

"ایلینا!" وہ کہتا ہے "میں مر رہا ہوں۔"

عجیب تناؤ پیدا ہوگیا تھا - کھڑکی میں آننا واسیلےونا کا خط کھلا پڑا تھا - اس نے بیٹی کو ماسکو بلایا تھا، زیادہ نہیں تو مہینے بھر کو ہی سہی، اپنی تنہائی اور نکولائی آرتیمئےوچ کی حرکتوں کا رونا رویا تھا - اینساروف کو دعائیں بھیجی تھیں - اس کی صحت کے بارے میں پوچھا تھا - اور اس سے درخواست کی تھی کہ اپنی بیوی کو چند دن کےلئے بھیج دو -

رینڈیچ دالماتیا کا ایک جہازی تھا، جس سے اینساروف کی ملاقات وطن کے قیام کے زمانے میں ہوئی تھی - یہاں وینس میں پھر اینساروف کو مل گیا تھا - وہ ایک سیدھا سادا، کھرا، اور جیالا آدمی تھا جس نے سلاو تحریک کی خاطر جی‌جان کی بازی لگا دی تھی - اُسے ترکوں سے نفرت تھی، اور آسٹریائیوں کے خون کا پیاسا تھا -

''اور کتنے دن ٹھیریں‌گے آپ وینس میں؟،، ایلینا نے اطالوی زبان میں پوچھا - اس کی آواز میں بھی وہی سردنی تھی جو چہرے پر تھی -

''ایک دن، تاکہ جہاز لیجانے میں کسی قسم کا شبہہ نہ پیدا ہونے پائے - اور پھر ہم سیدھے زارہ کےلئے روانہ ہوجائیں‌گے - بہت بری خبر سناؤں‌گا میں اپنے ہم‌وطنوں کو - بہت دن سے ان کی راہ دیکھی جا رہی تھی - بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں ان سے!،،

''بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں،، ایلینا نے بےجان انداز سے دوہرایا -

''دفنایا کب جائیگا،، رینڈیچ نے پوچھا -

ایلینا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا -

''کل -،،

''کل؟ تو پھر میں ٹھیروں‌گا - میں ان کی قبر پر مٹھی بھر خاک ڈالنا چاھتا ہوں - آپ کی مدد کرنی بھی ضروری ہے - کاش اسے سلاو سرزمین پر دفنایا جا سکتا!،،

ایلینا نے نظریں اٹھا کر رینڈیچ کو دیکھا -

''کپتان،، اس نے کہا ''ہمیں بھی اپنے ساتھ لیجائیے - ہمیں یہاں سے دور سمندر کے اس پار پہنچا دیجئے، کپتان - کیا یہ ممکن ہے؟،،

رینڈیچ سوچ میں پڑ گیا -

اگلے دن طوفان بہت بڑھ گیا۔ ''لوئیدا،، کے دفتروں میں تجربہ کار جہازیوں نے ناامیدی سے سرھلائے۔ کوئی اچھے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ وینس، ٹرئیسٹ اور دالماتیا کی ساحل کے درمیان بحر اڈریاٹک بہت دشوار گزار ہے۔

ایلینا کے وینس چھوڑنے کے تقریباً تین ھفتے بعد آننا واسیلےونا کو ماسکو میں ایک خط موصول ہوا۔ خط میں لکھا تھا :

''میرے پیارے امی اور ابا، میں ھمیشہ ھمیشہ کےلئے آپ سے رخصت ہورھی ہوں۔ آپ اب کبھی مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔ کل دمیتری گزرگئے۔ میرے لئے سب کچھ ختم ہو چکا۔ آج میں ان کی لاش کے ساتھ زارہ جا رھی ہوں۔ میں انہیں دفناؤں گی، اور میرا کیا ہوگا، نہیں جانتی ! لیکن ''د،، کے وطن کے سوا اب میرا کوئی اور وطن نہیں ہے۔ وھاں بغاوت زور پکڑ رھی ہے۔ جنگ کی تیاری ہے۔ میں نرس کی حیثیت سے مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کروں گی۔ نہیں جانتی میرا کیا انجام ہوگا، لیکن میں دمیتری کی موت کے بعد بھی اس کی یاد اور اس کے مقصد کو کلیجے سے لگا کر رکھوں گی۔ میں نے بلغاریائی اور سربیائی زبانیں سیکھ لی ھیں، شاید میں زیادہ دن یہ سب برداشت نہ کر سکوں — یہ اچھا ھی ہے! میں تلوار کی دھار پر کھڑی ہوں۔ میرا انجام ظاھر ہے۔ تقدیر نے ھمیں بےسبب یکجا نہیں کیا تھا۔ کون جانے، ہو سکتا ہے اس کی موت کا سبب میں ھی ہوں، اور اب اس کی باری ہے، مجھے اپنے ساتھ گھسیٹنے کی۔ میں نے خوشیوں کو کھوجا — اور کون جانے موت سے ھم کنار ہونا پڑے۔ شاید یونہی ہونا تھا، شاید میں گنہگار ہوں... لیکن موت ھر چیز پر پردہ ڈال دیتی ہے، ھر زخم پر مرھم رکھ دیتی ہے... ٹھیک ہے نا ؟ میں نے آپ کو جو کچھ دکھ دیا، اس کےلئے معاف کر دیجئے۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ روس واپس آجاؤں — کس لئے ؟ کیا کروں گی روس میں ؟

میرا آخری پیار اور نیک خواھش قبول کیجئے اور مجھ پر لعنت نہ بھیجئے۔

اے،،

ندگی پہلے سے بہت زیادہ اداس ہوگئی ہے۔ نکولائی آرتیمئےوچ بھی
وڑھا ہوگیا، اس کے بالوں میں سفیدی جھانکنے لگی تھی۔ اوگوستینا
فریستیانوونا سے ناتہ ٹوٹ چکا ہے... اب وہ ہر غیرملکی چیز کو برا
بھلا کہتا ہے۔ اس کے گھر کی منتظمہ جو تیس سالہ روسی حسین
ہے، ریشمی کپڑے پہنتی ہے، سونے کی آنگوٹھیوں اور بالیوں نے
اس کے حسن میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ کورناتوفسکی جو ایک
متلون مزاج آدمی تھا، اپنے سیاہ بالوں اور طاقتور جسم کو دیکھتے
ہوئے سنہری بالوں کی نازک اندام حسیناؤں کا شیدائی۔ اس نے زویا
سے شادی کرلی۔ زویا اس کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ اس نے تو اب
جرمن زبان میں سوچنا بھی بند کردیا۔ برسینیف ھیدل برگ میں ہے۔
اسے تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکومت کے خرچ پر باہر بھیجا گیا۔
اس نے برلن اور پیرس کے چکر بھی لگائے۔ وہ کسی طرح بھی وقت
برباد نہیں کر رہا۔ وہ ضرور بہت بڑا پروفیسر بنےگا۔ اس کے
دو مضمون عالم طبقے میں بہت پسند کئے گئے۔ ان مضامین کے
عنوان تھے: ''عدالتی سزائیوں میں قدیم جرمن قانون کی خصوصیات،،
اور ''تہذیبی دنیا میں شہری اصولوں کی اہمیت،،۔ بہرحال اس کا
افسوس ہے کہ دونوں مضمونوں کی زبان بہت ادق ہے اور دوسری
زبانوں کی اصطلاحوں کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ شوبین روم میں ہے۔
اس نے اپنی زندگی فن کی نذر کردی ہے۔ اس کو بڑی صلاحیتوں کا
اور بہت اہم ابھرتا ہوا فنکار مانا جاتا ہے۔ کٹر فن پرستوں کا خیال
ہے کہ اس نے قدیم فن سنگ تراشی کا خاطرخواہ مطالعہ نہیں کیا ہے
اور اس کے ہاں ''اسٹائیل،، کی کمی ہے۔ وہ شوبین کو فرانسیسی
اسکول کا پیرو مانتے ہیں۔ اسے انگریزوں اور امریکیوں سے بہت
آرڈر ملتے ہیں۔ پچھلے دنوں اس کے ''باقوس کی پجارن،، پر بہت
واہ واہ ہوئی۔ روس کا ایک امیر کبیر کاؤنٹ بابوشکن تو ہزار
سکودی میں اسے خریدنے کو تیار تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر کسی
pur sang * فرانسیسی سنگ تراش کو تین ہزار سکودی دے کر اس
کا ایک شہکار خریدلیا۔ اس مجسمے میں دکھایا گیا ہے کہ ''دیہات
کی ایک جواں سال حسینہ بہار کے دیوتا کے سینے سے لگی ہوئی عشق

---

* خالص۔